ماہنامہ نعت لاہور

عربی نعت اور علامہ نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

جلد ۶ فروری ۱۹۹۳ء شمارہ ۲

عربی نعت اور علامہ نبہانی علیہ الرحمہ

ایڈیٹر: راجا رشید محمود

ڈپٹی ایڈیٹر: شہناز کوثر

مشیرِ خصوصی: چوہدری رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ

مینجر: اظہر محمود

قیمت ۱۵ روپے (فی شمارہ)
۱۶۰ روپے (زرِ سالانہ)

خطاط: منظر رقم

پرنٹر: حاجی محمد نعیم کھوکھر۔ جیم پرنٹرز۔ لاہور

پبلشر: راجا رشید محمود

بائنڈر: خلیفہ عبدالمجید۔ بک بائنڈنگ ہاؤس ۳۸۔ اردو بازار۔ لاہور

اظہر منزل۔ مسجد سٹریٹ نمبر ۵۔ نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ

فون ۴۶۳۶۸۴۴ لاہور (پاکستان) پوسٹ کوڈ ۵۴۵۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بڑی بڑی بابرکت راتیں آئیں

کئی راتوں میں بہت اہم واقعات رُونما ہوئے

لیکن ایک رات ایسی بھی ہے جسے ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا گیا

ہو سکتا ہے، کوئی اور رات اِس سے بھی بہتر ہو

اہلُ اللہ کے نزدیک تو وہ رات زیادہ اہم ہے جو وصلِ حق کا ذریعہ بنے۔ انتقالِ روح کے لمحات ان کے لیے سب سے وقیع ہیں — لیکن قدر والی رات کو تو بہرحال ایک منصب عطا ہو گیا

لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں مل سکتی ہے۔ ممکن ہے کہ ۲۱ویں ہو۔ ۲۳ویں، ۲۵ویں، ۲۷ویں یا ۲۹ویں بھی ہو سکتی ہے

اگر کسی کو وصل کی رات وہ ملے جو رمضان المبارک کے آخری عشرے کی کوئی طاق رات بھی ہو، تو عامیوں کے لیے وہ رات ایک ہزار مہینے سے بہتر ہو سکتی ہے — ممکن ہے، وصالِ حق سے مشرف ہونے والے کے لیے وہ صدیوں پر محیط خوش آئند لمحات سے بہتر ہو

علامہ یوسف نبہانیؒ کو ایسی ہی رات ملی۔ ۲۹ رمضان اور وصلِ حق۔ میرے لیے بہت زیادہ لائقِ احترام ہستی، میرے والدِ گرامی، راجا غلام محمد رحمہ اللہ بھی اسی رات کو واصل بحق ہوئے تھے۔

شادیٔ ارتحال اور ۲۹ رمضان

سوال و جواب

سَیِّدِیْ یَا أَبَا الْبَتُوْلِ سُؤَالٌ
مِنْ فَقِیْرٍ جَوَابُهُ الْاِعْطَاءُ

میرے آقا، سیّدہ فاطمۃ الزہراؓ کے باباجان! (صلی اللہ علیک وسلم)
فقیر کا ایک سوال ہے جس کا جواب عطا ہے۔

— علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ

فہرست

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ایک عظیم مدح نگار

تحریر: ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
(ڈائریکٹر کالجز، فیصل آباد)

مدح نگاری ایک انفعالی عمل کا فعّال اظہار ہے' اس لئے مدح نگار بیک وقت تأثّر پذیر بھی ہے اور اثر آفرین بھی۔ وہ ممدوح کی ذات اور اس سے نمایاں ہونے والی صفات کو قبول کرتا ہے اور پھر اس قبولیت کا اظہار شدتِ جذبات کے جلوٰ میں کرتا ہے۔ اس دوگونہ عمل میں اگر کسی جانب کی تہذیب و تنقیح مناسب نہ ہو تو نتیجہ غیر تسلّی بخش نکلتا ہے' اس لئے مدح نگار کی تأثّر پذیری کی اصلاح بھی ضروری ہے اور اس کے جذبات کے اظہار کی تہذیب بھی درکار ہے۔ اسلام طرفین کی اصلاح کا ضامن ہے۔ ممدوح کا انتخاب بھی غور و فکر کا متقاضی ہے کہ غیر مستحق ممدوح نہ بنے اور مستحق نظرانداز نہ ہو۔ اور مدح کو آداب آشنا ہونا چاہیے تاکہ فرقِ مراتب کی فطری ضرورت کا احساس باقی رہے۔ قرآنِ مجید میں انبیاءِ کرام علیہم السلام اور مومنین کے اوصاف کا تذکرہ ہے اور اندازِ تحسین اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ فگن ہے' کفار و مشرکین کے کردار کے سیاہ گوشے بھی مذکور ہیں اور طرزِ اظہار موضوع سے ہمہ پہلو ہم آہنگ ہے۔ اسی طرح احادیث میں وصفِ جمیل اور کردارِ نامقبول کی متعدد مثالیں موجود ہیں' اعمالِ صالحہ پر تحسین اور افعالِ مذمومہ پر نفرین صرف ذاتی جذبے کی تسکین کے لیے نہیں ہوتی' اس سے متضاد و متفاوت اعمال کے درمیان خطِ امتیاز کھینچنا بھی مقصود ہوتا ہے تاکہ بہتر کی ترغیب اور بدتر سے اجتناب کا رویّہ پیدا ہو۔

خوش آئند اعمال پر اظہارِ خوشنودی اور قابلِ گرفت افعال پر اظہارِ ناراضی

انسان کی فطرت کا خاصہ ہے۔ وہ خوش ہوتا ہے تو اس کا اعلان کرتا ہے اور ناراض ہو تو ردِّ عمل دیتا ہے۔ اسلام انسان کو اس فطری حق سے محروم نہیں کرنا چاہتا' البتّہ وہ اس حق کو عینِ فطرت اور عینِ واقعہ بنانے کا خواہش مند ضرور ہے۔ اسلام کی یہی رَوِش تھی کہ مدح نگاری پر کوئی ناروا پابندی عائد نہیں کی گئی بلکہ اظہارِ جذبات کی مناسب راہ دکھائی گئی تاکہ یہ فطری تقاضا فطری حدود کے اندر پورا ہو۔ روایاتِ حدیث کے عظیم ذخیرے میں متعدّد ایسی روایات موجود ہیں جو مدح کو آزادی عطا کرتی ہیں مگر صنوبر کی طرح پا بہ گِل بھی دیکھنا چاہتی ہیں۔ حدیث پاک ہے:

"عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَا یَشْکُرُ النَّاسَ لَا یَشْکُرُ اللّٰہَ"[1] (جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا' وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔)

اسی مضمون کی حدیث حضرت ابُو سعید رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔[2] اللہ تعالیٰ کے بے پایاں انعام و اکرام انسان کو سپاس گزاری کی دعوت دیتے ہیں مگر یہ تبھی ممکن ہے کہ انسان حق شناس ہو' اس کے مزاج میں محسن کے احسانات پر ممنونیت کا جوہر موجود ہو۔ انسان کا دوسرے انسانوں سے یہ اخلاقی رویّہ اُس کے فطری رویّہ کا عکّاس ہو گا۔ بندوں کے حُسنِ سُلوک کے جواب میں شکر گزاری کی عادت اس کے اپنے خالق کے سامنے سرنگوں ہونے کا ابتدائیہ بنے گی۔ حدیث میں احسان پر شکریّہ کی ترغیب ہے' یہی شکریّہ شعر کے قالب میں ڈھلے تو مدح بنتا ہے اور یہ مدح' حمد کی تمہید بنتی ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَرَأَیْتَ الرَّجُلَ یَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَیْرِ وَیَحْمَدُہُ النَّاسُ عَلَیْہِ قَالَ تِلْکَ عَاجِلُ بُشْرَی الْمُؤْمِنِ"[3] (رسولُ اللہ صلّی اللہُ علیہ وآلہٖ وسلّم سے عرض کیا گیا کہ آپ کا اس آدمی کے بارے میں کیا خیال ہے جو بھلائی کا کام کرتا ہے اور لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں۔ فرمایا یہ تو مومن کی بشارت میں عجلت کرنے والے کا کام ہے۔)

عملِ خیر پر مدح کو جنّت کی پیشگی بشارت فرما کر واضح کر دیا کہ نیک اعمال کو

سراہنا چاہیے تاکہ ان کی ترویج ہو اور یہی مدح کی بنیاد ہے۔ کتُبِ حدیث میں کتاب المناقب' کتاب الفضائل کا وجود اسی رویّے کا اظہار ہے۔ یہ مدح کا روشن اور جائز پہلو ہے' اگرچہ احادیث کی خاصی تعداد غیر محمُود مدح کی مذمّت میں بھی وارد ہوئی ہے۔ حضرت ابُومُوسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"سَمِعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا یُثْنِیْ عَلٰی رَجُلٍ وَیُطْرِیْہِ فِیْ مَدْحِہٖ فَقَالَ أَهْلَکْتُمْ أَوْ قَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ"[4] (نبیِّ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے سنا کہ وہ کسی کی تعریف کر رہا تھا اور تجاوُز کر رہا تھا۔ فرمایا تم نے ہلاک کر دیا یا یہ کہ اُس کی کمر توڑ دی) معلوم ہوا کہ ثنا یا مدح' ممدوح کے لیے ابتلا کا باعث ہوتی ہے۔ عین ممکن ہے کہ اس سے اس کی شخصیت کی اُٹھان مجروح ہو اور وہ غلط رَوِش پر چل کر ہلاکت کا شکار ہو جائے۔

ان احادیث سے مدح نگاری کی تردید نہیں ہوئی' تہذیب ہوئی ہے تاکہ وہ حقائق سے صَرفِ نظر نہ کریں اور انتخاب میں محتاط رہیں' اس لیے کہ جب مدّاحین واقعہ سے بڑھ کر بیان کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی نوازش سے زیادہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو رحمتِ پروردگار کے اعتراف میں گستاخی ہے اور فریبِ نفس بھی' اس لیے ایسے مدّاحین کے مُنہ کو مٹّی سے بھر دینے کا حکم دیا گیا۔[5]

طمع' خواہش اور حرص و آز' مدح کے محرّک بن جائیں تو مدح باطل قرار پاتی ہے جبکہ اظہارِ ممنونیت کا مخلصانہ رویّہ مدح کو محترم بناتا ہے۔ اصل چیز وہ محرّک ہے جس کی کوکھ سے مدح جنم لیتی ہے۔ اسلام' خیالات کو شائستگی اور الفاظ کو متانت عطا کرتا ہے۔ مدح مدّاح کی نوازش نہیں ہے بلکہ موافقِ حقیقت خصائل کے اعتراف کا فریضہ ہے' اس لئے اسلامی تعلیمات میں مدح کے حدُود متعیّن ہیں' یہ موافقِ واقعہ' غلُوّ سے مبرّا' حسین حرفوں کا پیکر' بلاغت کا مرقّع اور مخلص و نیک طینت انسان کے دل کی آواز ہے۔ اس میں نفسانی خواہشات اور مادی مفادات کی رذالت نہیں ہوتی۔ یہ ممدُوح کا قرض سمجھ کر ادا کی جاتی ہے اور ممدوح کے مقام و مرتبہ کے لائق الفاظ و

اسالیب پر مشتمل ہوتی ہے۔ اسلام جب عام مدح نگاری کو اس قدر ضوابط کا پابند بناتا ہے تو اس کی ارفع ترین شکل اور اس کے بلند ترین مظہر یعنی مدحِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کس طرح غیر حقیقی جذبات' مصنوعی خیالات اور غیر معیاری کلمات برداشت کرے گا۔ مدحِ خواجۂ گردوں پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں صداقت شعاری ضروری ہی نہیں' فرض ہے۔ یہ تذکرہ کائنات کے سب سے بڑے صادق کا ہے جس کی پوری زندگی سے صداقت عکس ریز تھی' جو صداقت کا پیغام بر بھی تھا اور صداقت شعاری کا اعلیٰ ترین اُسوہ بھی' اس لیے مدّاحین کے لیے قدم قدم پر احتیاط لازم ہے کہ یہاں صرف ایک صنفِ سُخن کے تقاضوں کو ملحوظ رکھنے کا مسئلہ نہیں' ایمان کی سالمیّت کا بھی سوال ہے' یہ راہ پُرخطر ہے اس لیے حزم و احتیاط شرط ہے۔ ذاتِ گرامی کا ہمہ صِفت موصوف ہونا سہولت بھی بہم پہنچاتا ہے اور راستے کی مشکلات کی بھی خبر دیتا ہے۔ یہاں تو "جُنبشِ لب خارج از آہنگِ خطا ہے"[6] افراط و تفریط کی دو طرفہ حد بندی نے اس راہ کو پُل صراط بنا دیا ہے جہاں بڑے بڑوں کے قدم لرزتے ہیں۔ حاضرِ دربار کی کیفیت کچھ اِس طرح کی ہے کہ

نظر شرمندہ شرمندہ بدن لرزیدہ لرزیدہ[7]

فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا:

"حقیقۃً نعت شریف بہت مشکل کام ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے' اگر شاعر بڑھتا ہے تو اُلوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے' جتنا چاہے' بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔"[8]

مدحِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ایک مشکل ترین صنف ہے مگر اہلِ اسلام نے اس پر کامیابی سے چل کر خود کو اہل ثابت کیا ہے۔ چودہ سو سال کی تاریخ گواہ ہے کہ قریہ قریہ' شہر شہر' مدحتِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترانے گائے جاتے رہے۔

عوام ہوں یا خواص سب اس حیطۂ عقیدت میں یکساں شامل رہے' مدائحِ نبویّہ کی طویل روایت اسلامی تاریخ کا ایسا شرف ہے جس پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے۔

مدحِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا تاریخی سفر تو آغازِ کائنات سے شروع ہو گیا' اور پھر تخلیق کے پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ پھیلتا گیا ہے۔ رُشد و ہدایت کے تمام سلسلوں نے صراحۃً یا کنایۃً خبر دی اور مدحت سرائی کی' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو "وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗۤ اَحْمَدُ"[9] (میں اپنے بعد آنے والے رسول کی بشارت دے رہا ہوں جن کا نام احمدؐ ہو گا) کہہ کر طلوعِ آفتاب کے آثار کی نشاندہی کر دی جس سے اشتیاق بڑھا۔ قبلِ ولادت کی تاریخ بے شمار واقعات کو اپنے دامن میں لیے ہوئے آنے والے ممدوحِ کل کے خیر مقدمی ترانے گاتی محسوس ہوتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے پوری کائنات نویدِ بادِ بہاری' کے لئے سراپا انتظار تھی۔ آفتابِ نبوت ہویدا ہوا تو نظریں اس کی کرنوں کی ضیا پاشیوں میں مسحُور ہو گئیں۔ شاید ہر مرد و عورت کو "نُطق" کی دولت سے اس لیے نوازا گیا کہ وہ اپنی عقیدے کے گجرے اس مقدس وجُود کے حضور پیش کرے۔ ابن رشیق کہتے ہیں:

"بنو عبدالمطلبؓ کے مرد و عورت میں سوائے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے' کوئی ایسا نہ تھا جو شعر نہ کہتا ہو۔"[10]

یعنی ممدوح ایک اور باقی سب مدّاحین۔ انصارِ مدینہ کے ہاں شعر گوئی اتنی عام تھی کہ حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "قَدِمَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَا فِی الْاَنْصَارِ بَیْتٌ اِلَّا وَھُوَ یَقُوْلُ الشِّعْرَ قِیْلَ لَہٗ وَاَنْتَ اَبَا حَمْزَۃَ قَالَ وَاَنَا"[11] کہ جب رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں یعنی مدینۂ منورہ آئے تو انصار کے تمام گھرانوں میں شعر کہا جاتا تھا' کہا گیا کہ اے ابُو حمزہ (یعنی حضرت انس) آپ بھی شعر کہتے تھے؟ کہا میں بھی۔

حافظ ابنِ عبدالبر (م ۴۶۳ھ) نے ایک سو بیس مدح گو صحابہؓ کے نام گنوائے ہیں' حافظ ابن سید الناس (م ۷۳۴ھ) نے اسی موضوع پر میمیہ قصیدہ لکھا اور پھر

اس کی "منح المدح" کے نام سے شرح تحریر کی جس میں ترتیب ہجاء سے دو سو صحابہؓ کے نام شامل کیے ہیں۔[۱۱] مدح نگاری کا معلوم سلسلہ مکی زندگی سے ہی شروع ہو گیا تھا مگر وہاں کی فضا ناموافق تھی اس لیے جذباتِ مدح اندر ہی اندر مچلتے رہے۔ مدینۂ منورہ میں ذاتِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے جلوے عیاں تر تھے۔ مکۂ مکرمہ میں تو آپ ایک قریشی النسل نیک طینت انسان تھے جو معاشرے کی اصلاح کی خاطر اور دین کی تبلیغ کے لیے مسلسل مصائب کا شکار تھے، مگر مدینۂ منورہ میں آپؐ ایک سلطنت کے بانی، ایک معاشرے کے محرک، ایک تہذیب کے موجد اور ایک طرزِ حیات کے پیغام بر تھے۔ آپ مبلّغ بھی تھے اور مفکّر بھی، صلح جُو بھی تھے اور مجاہد بھی، راہنما بھی تھے اور راہبر بھی، نظریات دہندہ بھی تھے اور ان پر عامل بھی۔ سپہ سالار بھی تھے اور مردِ میدان بھی، غرضیکہ وجودِ انور کے بُوقلموں رُخ تھے اور متعدد گوشے تھے۔ ہر رُخ ضوفشاں اور ہر گوشہ مثلِ ماہ نوری تھا۔ عرب فطرت حقائق آشنا تھی اور جذبوں کو لفظوں میں ڈھالنے کا فن بھی جانتی تھی اس لیے یہ وجودِ مقدّس اُن کے دلوں کی دھڑکن اور لبوں کی آواز بنا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آفتابِ نبوّت سے بلا فصل مُستنیر ہوئے اس لیے سراپا سپاس بن گئے۔ دنیا نے عقیدت و محبّت کے اَن گنت گلدستے پیش ہوتے دیکھے۔ اس جماعت کے سرخیل، تائیدِ رُوحُ القدس کے حامل حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ تھے جن کا حوالۂ زیست ہی مدحِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنا۔ بے حد نوازشوں سے نوازے گئے اور آنے والوں کے لیے مدح نگاری کے پیغام بر قرار پائے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی سیماب صِفت طبیعت آخر "بانت سعاد" کا گلدستہ لئے حاضر ہوئی اور ردائے رحمت سے بامراد ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، رُخِ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہدایت کا کفیل اور نجات کا وسیلہ گردانتے رہے۔ ان کے علاوہ حضرت کعب بن مالکؓ، ابو سفیان بن الحارثؓ، العباس بن مرداسؓ، النابغہ الجعدیؓ، عبداللہ بن الزبعریؓ اور کثیر تعداد صحابہؓ اس سلکِ مروارید کے گہرِ تابدار تھے، یہ سلسلۂ شفاعت

اسی عزیمت سے رواں دواں رہا۔ اس میں مفسّرین و محدّثین بھی ہیں، ائمۂ لغت و علماءِ نحو بھی، درویشِ خدا مست بھی ہیں اور صاحبِ شوکت و حشمت بھی۔ ان متعدد اسماء میں الصرصری (م ۶۵۶ھ)، الوتری (م ۶۶۲ھ)، الشہاب محمود الحلبی (م ۷۲۵ھ)، امام بوصیری (۶۹۶ھ)، لسان الدین بن الخطیب (م ۷۷۶ھ)، ابنِ نباتہ (م ۷۶۸ھ)، البرعی (م ۸۰۳ھ)، ابنِ خلدون (م ۸۰۸ھ)، الفیروز آبادی (م ۸۱۷ھ)، ابن حجۃ الحموی (م ۸۳۷ھ)، النواجی (م ۸۵۹ھ)، الشہاب المقری (م ۱۰۴۱ھ) اور عبدالغنی النابلسی (م ۱۱۴۳ھ)، نے بڑا نام پایا۔

بارھویں صدی ہجری کے آخر تک سقوطِ بغداد کا طاری اضمحلال اپنی انتہا کو پہنچا، منتشر حکومتیں اور دست و گریباں سلطنتیں یورپ کی صنعتی یلغار کے سامنے سپر انداز ہو گئیں، عثمانی سلطنت اپنی بساط لپیٹ رہی تھی، عالمِ عرب پر اس کی حکومت تھی مگر سلطنتِ عبّاسیہ کے ایّامِ زوال کی طرح اس کی حیثیت ایک یادگار کی سی تھی جس کا احترام تو تھا، وقار نہ تھا۔ مصر میں ممالیک نائب آلِ عثمان کہلانے کے باوجود خود سر اور لاتعلّق تھے۔ یہ وہ دَور تھا جب عالمِ اسلام غلامی کے گہرے سایوں کی زد پر تھا، مایوسی کا یہ عالم کہ آزادی کی تڑپ بھی دم توڑ رہی تھی۔ تیرھویں صدی جمود و بے بسی کی صدی تھی مگر چودھویں صدی میں زندگی کے آثار نمودار ہونے لگے، تحریکیں اُبھرنے لگیں اور جِدّوجہد بار آور ہونے لگی۔

یہ تھا سیاسی پس منظر جس کے حوالے سے مدحِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ گفتگو پیش کی جا رہی ہے۔ بہتر ہو گا کہ چند حقائق واضح کر دیے جائیں تاکہ تفہیم میں کوئی دِقّت نہ ہو۔

غلامی ایک ایسی بے بسی کو کہتے ہیں جس کی مداومت سے انسانی جوہر دھندلانے لگتا ہے، خوب وزشت کی تمیز اور عزّت و ذلّت کا امتیاز اُٹھ جاتا ہے، بارھویں اور تیرھویں صدی میں باعزّت زندگی کا تصوّر نہ رہا تو بلند نظری بھی گہنا گئی، مدحِ رسالت معروضی ہو یا موضوعی، ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حوالے سے

وجود پذیر ہوتی ہے جس میں شاعر کی ذات اور ماحول اثر انداز ہوتا ہے۔ اس دور میں قومی نقاہت کا یہ عالم تھا کہ دربارِ رسالت کی طرف اُٹھنے والی پکار بھی دم بخُود تھی اِس لیے یہ صدی نعت کے خمول کی صدی ہے۔

عالمِ اسلام پر بے چارگی مسلط تھی' ذہنی توانائیاں کسبِ رزق میں مصروف تھیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جب شکم کے مسائل گمبھیر ہو جائیں تو عقلی اور شعوری قوتوں کو زوال آ جاتا ہے' شعر اور مدحِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تو ذہنی صلاحیت کے ساتھ ذہنی وابستگی بھی چاہتے ہیں جو اُن دنوں مفقود تھی اس لیے نعتیہ شاعری کی دُنیا بے کیف رہی۔

مدحِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک فعّال عمل ہے۔ شاعر صرف لفظوں کے تاروپود ہی نہیں سنوارتا' اپنے وجود کا حصّہ بھی ڈالتا ہے۔ شعر اس کے اپنے وجود کا عکاس ہوتا ہے کہ اس میں اس کا باطن شریک ہوتا ہے۔ مدحیہ شعر تو ممدوح اور مداح کے درمیان رابطہ کی کڑی ہے اور جب یہ رابطہ کمزور ہو تو شعر ایک ایسا وجود ہوتا ہے جس کی روح نہ ہو۔

ان اسباب نے مدحیہ اور نعتیہ ادب کو بہت نقصان پہنچایا مگر قدرت کے فیصلے انمول ہوتے ہیں اور حکمت آمیز بھی۔ یورپ کا عروج عالمِ اسلام کے زوال کی خشتِ آخر تھی اور یہی اس میں آزادی کی تحریکوں کی خشتِ اوّل بھی تھی۔ آزادی کا شعور ابھرنے لگا۔ یورپی استعمار نے غلاموں کے لیے اچھا رزق تو مہیا کیا مگر انہیں آزادی کی نعمت دینے سے انکار کیا۔ آزادی کے شعور اور طلب پر قدغن نے ردِّ عمل پیدا کیا۔ خواہش دل و دماغ پر چھائی تو آتشِ نفس سے اس میں حدّت آگئی اور بالآخر شعلۂ جوّالہ کی صُورت اڈنے لگی۔ مسلمان قوم کی حالت اس زیرِ دام پرندے کی سی تھی جو آزادی کی تڑپ میں جال سے اُلجھ رہا ہو اور الغیاث پکارتا ہو۔ اس پکار نے دربارِ رسالت کی راہ دکھائی اور استمداد و استغاثے کے رُوپ میں مدحیہ شاعری کا آغاز ہوا۔ سقوطِ بغداد کے بعد دلی جذبات الصرصری اور البوصیری کے وجود میں مچلے تھے'

اب البارودی (م ۱۳۲۲ھ)' احمد شوقی (م ۱۳۵۱ھ)' احمد محرم (م ۱۳۶۴ھ)' اور خاص طور پر امام یوسف النبہانی (م ۱۳۵۰ھ)' کا روپ دھارنے لگے۔ نعتیہ ادب نے اعتمادِ نفس اور ذہنی استواری عطا کی۔ نت نئے معاشرتی مسائل' رزق کی مساوات کا جدید تصوّر' یورپ کی حاکمیّت' تہذیبی یلغار اور نظریاتی مغالطوں کا سلسلہ مدحیہ شاعری کا حصّہ بنا' شعر عقیدت کے اظہار کے ساتھ ساتھ دفاعِ عقیدہ' صیانتِ نظریّہ اور استحکامِ ملّت کا ذریعہ بنا۔ اس فضا میں علامہ یوسف النبہانیؒ نے مجاہدانہ کردار انجام دیا' شعر کی ضرب بھی لگائی' حفظِ ما سلف کا فرض بھی ادا کیا۔ ملّت کو حوصلہ' ایمانیات کو تابانی اور عقیدت کو جولانی عطا کی۔ زبان و قلم کی بے پناہ قوت سے ملّتِ اسلامیہ پر ایسے ایسے احسان کیے کہ ان کا اعتراف فرض بھی ہے اور قرض بھی۔ یہ مختصر مضمون اسی سلسلے کی کڑی ہے۔

علامہ یُوسُف بن اسماعیل النبہانیؒ

علامہ یُوسُف بن اسماعیل بن یُوسُف بن اسماعیل بن حسن بن محمد ناصر الدین الشافعی البیروتی کی کنیت ابُو المحاسن تھی[۱۳]' فلسطین کے ایک قدیم بادیہ نشین قبیلہ "نبہان" کی نسبت سے نبہانی کہلائے[۱۴]' آپ ارضِ شام کے قصبہ اجزم جو شمالی فلسطین میں حیفا سے ۲۵ کیلومیٹر جنوب میں واقع ہے' ۱۲۶۶ھ میں پیدا ہوئے[۱۵]' دیگر سوانح نگار مثلاً الزرکلی اور صاحب معجم المؤلفین نے ۱۲۶۵ھ پر اعتماد کیا ہے[۱۶]' ابتدائی تعلیم اپنے والدِ محترم اور مقامی علما سے حاصل کی' ۱۲۸۳ھ میں مزید تعلیم کے لیے مصر کا قصد کیا اور جامعہ ازہر میں داخلہ لیا' ۱۲۸۳ھ سے ۱۲۸۹ھ تک جامعہ ازہر کے فاضل اساتذہ سے کسبِ علم میں مصروف رہے اور سندِ فراغت حاصل کی[۱۷]۔ ۱۲۹۱ھ میں نابلس کے قصبے جنین میں قاضی مقرر ہوئے' پھر استنبول چلے گئے[۱۸]' وہاں رسالہ "الجوائب" کے ادارۂ تحریر میں شامل ہو گئے' ادارے کی تمام مطبوعات کی تصحیح بھی آپ کے فرائض میں شامل تھی۔ ۱۲۹۶ھ میں شام لوٹ آئے[۱۹]' ولایتِ موصل کے شہر کوی سنجق میں قاضی مقرر ہوئے[۲۰]' استنبول' موصل' حلب' دیار بکر' شہروز' بغداد' سامرا' بیت المقدس

کے سفر کیے۔ پہلے لاذقیہ کے محکمۂ عدل کے رئیس مقرر ہوئے' پھر اسی منصب پر بیت المقدس گئے۔ ۱۳۰۵ھ میں بیروت میں محکمۂ حقوق کے رئیس بنا دیے گئے' بیس سال سے زائد عرصہ بیروت میں اس عہدے پر بسر کیا اور بالآخر دیارِ مدینہ کی تڑپ انہیں حجاز لے آئی۔[۲۳] ایک طویل مدت مدینۂ منورہ میں حاضرِ دربار رہنے کی سعادت پائی' اُن کی سرمستی اور ان کا سوز و گداز بعض ظاہر پرستوں کو اچھا نہ لگا۔ علامہ النبہانیؒ مُحبِ صادق تھے اور محبّت دوئی پسند نہیں ہوتی لیکن یہ ضرور ہے کہ مُحب اپنے محبُوب کے خلاف کسی مخفی اشارے کو بھی بھانپ لیتا ہے اور ردِعمل پر اتر آتا ہے۔ آپؒ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا' آپ نے ایک قصیدہ جو "الرائیہ الصغریٰ" کے نام سے مشہور ہے اور پانچ سو پچاس اشعار پر مشتمل ہے' دربارِ رسالت کے حوالے سے سُنّت کی تعریف اور بدعت کے رد میں لکھا جس میں ضمناً چند مشہُور شخصیات کا تذکرہ بھی ہوا۔ اس پر بعض معانِد سازش کرنے لگے جس کے نتیجہ میں ۱۳۲۰ھ / ۱۹۱۲ء میں آپؒ گرفتار ہو گئے۔ علامہ النبہانیؒ اِس سازش کے خلاف خود لکھتے ہیں:

"ذلک بناء علی تعصب الکافرین والمنافقین اللئام الذین اوقعوا الفساد بینی و بین الحکومة بایہامہم ایّاہا أنی الرّق بین رعایاہا بکُتبی و قصائدی الّتی دافعت بہا عن دین الاسلام و نافحت بہا عن سیّد الانام علیہ الصلوٰة والسلام ولا سیما الرائیة الکبرٰی فی وصف الملة الاسلامیة والملل الاخری التی اشبعت فیہا الکلام فی الرد علی النصارٰی فی مقابلة تعرضہم لدین الاسلام و الرائیة الصغرٰی فی ذم البدعة و مدح السنة الغراء التی اشبعت فیہا الرد علی اہل البدع و الضلال اللئام الّذین یدعون الاجتہاد ویسعون فی الارض الفساد"[۲۴]

(یہ سب کچھ کافروں اور کم ظرف منافقوں کی فتنہ سازی کی وجہ سے ہوا جنہوں نے میرے اور حکومت کے مابین فساد بپا کیا' اس گمان پر کہ میں اپنی کتابوں اور اپنے قصائد کے ذریعے رعایا میں عدمِ استحکام پیدا کرتا ہوں جبکہ وہ قصائد ایسے تھے جن کے

ذریعے میں نے دین کا' حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دفاع کیا تھا۔ خاص طور پر قصیدہ الرائیہ الکبریٰ (اس میں سات سو پچاس شعر ہیں) جو ملّتِ اسلامیہ اور دیگر ملّتوں کے بارے میں ہے اور جس میں عیسائیوں کی دینِ اسلام کے خلاف مُہم کا بھرپُور رد ہے اور دوسرا قصیدہ الرائیہ الصغریٰ (جس میں پانچ سو پچاس شعر ہیں) سنّتِ پاک کی مدح اور بدعت کے رد میں ہے جس میں اہلِ بدعت و ضلال کے دعویٔ اجتہاد اور مبنی بر فساد منصوبوں پر شدید گرفت ہے۔)

مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ نے ایک عینی شاہد کے طور پر یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ "ایک دفعہ سلطان عبدالحمید نے مدینہ کے گورنر بصری (پاشا) کو علامہ یُوسف نبہانیؒ کی گرفتاری کا حکم دیا۔ گورنر بصری علامہؒ کا انتہائی معتقد تھا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور سلطان کا حکم نامہ پیش کیا۔ علامہ یوسف نبہانیؒ ملاحظہ فرماتے ہی گویا ہوئے "سَمِعْتُ وَ قَرَأْتُ وَ اَطَعْتُ" (میں نے سُنا' پڑھا اور اطاعت کی) گورنر بصری عرض کرنے لگا' حضرت! گرفتاری تو ایک بہانہ ہے' گورنر ہاؤس تشریف لائیے۔ آپ میرے ہاں بحیثیتِ مہمان ہی ہوں گے۔ اس بہانے مجھے میزبانی کا شرف حاصل ہو جائے گا۔ جو علما و فضلا اور مشائخ آپ سے ملاقات کے لیے آئیں گے' وہ بھی میرے ہی مہمان ہوں گے۔ آپ کے عقیدت مندوں پر گورنر ہاؤس کے دروازے ہر وقت کُھلے رہیں گے۔ آپ کا گورنر ہاؤس میں قیام قید نہیں' محض سلطان کے حکم کی تعمیل کے لیے ایک حیلہ ہے"۔[۲۵] علامہؒ اس قید کے بارے میں خود فرماتے ہیں:

"حُبِسْتُ فِی الْمَدِیْنَةِ الْمُنَوَّرَةِ مدة اسبوع و لکن بِالْاِکْرَام وَ الْاِحْتِرَام۔"[۲۶]
(مجھے ایک ہفتے کے لیے مدینۂ منورہ میں اکرام و احترام کے ساتھ بند رکھا گیا۔) پھر جب الزامات کی تحقیق ہوئی اور کسی سازش کا سراغ نہ ملا تو رہا کر دیے گئے۔ فرماتے ہیں" فأمرت بتخلیة سبیلی و اظہر لی کبار رجالہا الندم علی ما کان"۔[۲۷] (حکومت نے میری رہائی کا حکم دے دیا اور اکابرِ حکومت نے جو ہوا' اس پر افسوس کا اظہار کیا۔)

انہی دنوں جنگِ عظیم اوّل شروع ہوئی' دنیا کا امن اور حکومتوں کا توازن بگڑنے لگا تو علامہ نبہانیؒ اپنے وطنِ مالوف اجزم لوٹ آئے' درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے' متعدد لائقِ استفادہ تالیفات مرتب کیں۔ اکثر آپ کی زندگی ہی میں طبع ہو گئیں اگرچہ بعض طباعت کے مراحل سے نہ گزر سکیں جن کی اشاعت اہلِ علم و دانش اور اصحابِ ذوق پر قرض رہا۔ علامہ نبہانیؒ نے پچاسی سال کی عمر میں رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ ر ۱۹۳۲ء کے سعادت بھرے ایّام میں رختِ سفر باندھا' تاریخِ وفات ۲۹ رمضان ہے اگرچہ بعض نے ۲۳ رمضان بھی تحریر کی ہے۔[۲۶]

راہ نوردِ شوق

علّامہ النبہانیؒ نے اپنے دور کے جلیلُ القدر علما سے استفادہ کیا تھا' جامعہ ازہر کے دینی و ادبی ماحول میں رہے تھے' ان کے فاضل اساتذہ میں المعمر الشمس محمد الدمنھوری' البرھان السقا المصری' الشمس محمود حمزہ الدمشقی' محمد بن عبداللہ الخانی الدمشقی' الشمس الانبابی المصری' عبدالھادی الابیاری المصری' ابراہیم الزور الخلیلی المصری' المعمر محمد امین البیطار' شیخ ابوالخیر بن عابدین اور عبداللہ بن ادریس السنوسی[۲۷] کے علاوہ شیخ احمد الاجھوری الشافعی' شیخ حسن العدوی المالکی' شیخ عبدالرحمٰن الشربینی الشافعی' شیخ عبدالقادر الرافعی الحنفی الطرابلسی اور شیخ یوسف البرقاوی الحنبلی بھی شامل ہیں۔[۲۸] اکتسابِ علم کے ساتھ ساتھ علّامہ النبہانیؒ معرفت کے حصول کے لیے کوشاں رہے۔ شاید انہیں حضرت شیخ عبدالحق محدّثِ دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) کے والدِ گرامی حضرت مولانا سیفُ الدین کا یہ فرمان پہنچ چکا تھا کہ آپ نے حضرت شیخ کو درسیات سے فراغت پر فرمایا تھا کہ بیٹا علم پڑھ لیا مگر یہ ضرور یاد رہے کہ تو "ملّائے خشک و ناہموار نباشی"۔[۲۹] (صرف خشک اور نامستقیم اور کھردرا سا مُلّا نہ بن جانا) مقصود یہ تھا کہ علم معتبر سہی' اس کا حصول ایک نعمت سہی لیکن جب تک علم واردات میں نہ ڈھلے' حرف شناسی سے زیادہ کچھ نہیں۔ یہ ذہنی بالیدگی کا عمل ہے جو جوارح پر طاری ہونا چاہیے اور یہ کاملین کی صحبت کے بغیر ممکن نہیں۔ علامہ نبہانیؒ اِس راز کو پا چکے تھے اس لیے

قریہ قریہ گھومے' مختلف سلاسل سے رابطہ رکھا اور ہر دروازے پر دستک دی کہ مقصد اجتماعِ حسنات تھا چنانچہ آپ نے سلسلۂ ادریسیہ' شیخ اسماعیل نواب مہاجر مکی' سلسلۂ رفاعیہ' شیخ عبدالقادر ابو رباح الدجانی الیافی' سلسلۂ خلوتیہ' شیخ حسن رضوان الصعیدی' سلسلۂ شاذلیہ شمس محمد بن سعود الفاسی اور علی نور الدین البشرطی' سلسلۂ نقشبندیہ' غیاث الدین اربلی اور حضرت امدادُاللہ مہاجر مکی' اور سلسلۂ قادریہ' حسن بن حلاوۃ الغزی سے حاصل کیا' ان کے علاوہ شیخ محمد سعید الحبال الدمشقی' شیخ احمد بن حسن العطاس' شیخ سلیم المسوتی الدمشقی' شیخ حسین بن محمد بن حسین الحبشی الباعلوی' شیخ عبداللہ السکری الحنفی الدمشقی اور ابو عبداللہ محمد سے روایت و اجازت کا فیض پایا۔ مدینۂ منوّرہ میں قیام کے دوران میں شیخ محمد سعید المغربی سے دلائلُ الخیرات کا سماع نصیب ہوا اور اجازت حاصل کی۔[۳۰] علم و عمل کے اس گداز نے طبیعت میں توازُن' روح میں بحرِ بے کنار کا سا خروش اور نگارشات میں پختگی اور وقار پیدا کر دیا۔ اس دور میں جبکہ اسلامی تعلیمات پر توجُّہ کم ہوتی جا رہی تھی' ماحول کی ناسازگاری اور مادّیت کی یلغار کی چکا چوند نے بڑے بڑے آستانوں اور حرم کدوں کو ویران کر دیا تھا' علامہ النبہانیؒ کے دل میں عشق کی وہ شمع روشن رہی کہ اس کی لَو ان کی تالیفات کے ورَق ورَق سے آج بھی صاحبانِ علم اور متلاشیانِ راہِ حق کو مہکا رہی ہیں۔ اسے علم کا جلال کہیے یا معرفت کا جمال کہ آپ ہر عشق پیشہ کے لیے سراپا انکسار اور ہر گردن فراز کے لیے شمشیرِ بے نیام تھے' آپ **اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ**[۳۱] (کافروں پر شدید اور آپس میں رحیم) کی تصویر اور علّامہ اقبالؒ کے اِس شعر کی تعبیر تھے کہ

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

مؤلّفات

علّامہ نبہانیؒ عصرِ حاضر کے ایسے صاحبِ تصنیف بزرگ ہیں جنھیں قدیم علما کی

صف میں شمار کیا جا سکتا ہے، آپ کی تالیفات کی کثرت، موضوع و اسلوب کی جدّت اور معلومات کی وسعت نے آپ کو "سیوطیٔ وقت" کے لقب سے نوازا جبکہ شعر کے گداز اور مدحِ رسالت کے ذوق نے انہیں "بوصیریٔ عصر" کا خطاب دیا۔[۳۳] آپ بیک وقت ایک پختہ مشق شاعر، کہنہ مشق ادیب، قابلِ اعتماد عالم، لائقِ استفادہ صُوفی اور فیض بخش مصنّف تھے۔ ان کی نگارشات قاری کو مسحور کرتی ہیں، جبکہ قلم کی جولانی اور تحریر کی روانی لذّتِ مطالعہ کا محرّک بنتی ہے۔ آپ کثیرُ التصانیف بزرگ تھے، الزرکلی نے ان کی پچیس تصانیف کا ذکر کیا ہے(*) خود علاّمہ نبہانیؒ نے المجموعۃ النبہانیہ فی المدائح النبویّہ، الجزء الرابع کے آخر پر اپنی کتابوں کی فہرست درج کی ہے جو طبع ہو چکی تھیں، ان کی تعداد اٹھائیس ہے۔ یہ فہرست ۱۳۲۰ھ تک کی ہے کہ اسی سال یہ مجموعہ طبع ہوا تھا۔[۳۶] پھر اس مجموعہ کے آخری صفحہ پر پانچ مزید مکمل کتابوں کا ذکر ہے جبکہ دو کے بارے میں تحریر کیا کہ تکمیل پذیر ہیں۔[۳۷] مناسب ہو گا کہ علاّمہ نبہانیؒ کی معلوم تالیفات کی فہرست نذرِ قارئین کر دی جائے تاکہ آپ کے علمی مرتبہ اور وسعتِ فکر کی وضاحت ہو سکے۔

(الف)۔ ان مولّفات کے اسماء جن کو علاّمہ نبہانیؒ نے خود ذکر کیا کہ طبع ہو چکی ہیں:

۱۔ الشرف المؤبد لآل محمد (صلّی اللّٰہ علیہ وسلم)، اس کا اردو ترجمہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے "برکاتِ آلِ رسول" کے نام سے کیا

۲۔ وسائل الوصول الی شمائل الرسول (صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم)

۳۔ افضل الصلوات علی سید السّادات (علیہ السّلام والصلوٰۃ)

۴۔ الانوار المحمّدیہ (صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم) مختصر المواھب اللدنیہ

۵۔ النظم البدیع فی مولد الشفیع (صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم)

۶، ۷۔ طیبۃ الغراء فی مدح سیّد الانبیا (صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم) مع حاشیتھا

۸۔ الاحادیث الاربعین فی فضائلِ سیّد المرسلین (صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم)

۹۔ الاحادیث الاربعین من امثال افصح العالمین (صلی اللّٰہ علیہ وسلم)

(*) فہرس الفہارس میں ۳۲ کا عدد ہے جبکہ صاحب معجم المؤلفین نے تالیفات کی تعداد اڑتالیس بتائی ہے[۳۴] [۳۵]

۱۰۔ سعادۃ المعاد فی موازنۃ "بانت سعاد"

۱۱۔ حجۃ اللّٰہ علی العالمین فی معجزاتِ سیّد المرسلین (صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم)

۱۲۔ خلاصۃ الکلام فی ترجیح دین الاسلام

۱۳۔ سعادۃ الدارین فی الصلوٰۃ علی سیّد الکونین (صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم)

۱۴۔ رسالۃ فی مثال النعل الشریف

۱۵۔ صلوات الثناء علی سیّد الانبیاء (علیہ التحیۃ والثنا)

۱۶۔ قصیدہ القول الحق فی مدحِ سیّد الخلق (صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم)

۱۷۔ ھادی المرید الیٰ طرق الاسانید

۱۸۔ قصائد السابقات الجیاد فی مدحِ سیّد العباد (صلّی اللّٰہ علیہ وسلم)

۱۹۔ جامع الصلوات و مجمع السعادات

۲۰۔ الفضائل المحمّدیہ (صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم)

۲۱۔ الورد الشافی مختصر الحصن الحصین

۲۲۔ المزدوجۃ الغراء فی الاستغاثۃ باسماء اللّٰہ الحسنیٰ

۲۳۔ الصلوات الالفیہ فی الکمالات المحمّدیہ (صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم)

۲۴۔ ریاض الجنۃ فی اذکار الکتاب والسنۃ

۲۵۔ الاستغاثۃ الکبریٰ باسماء اللّٰہ الحسنیٰ

۲۶، ۲۷۔ المجموعۃ النبہانیہ فی المدائح النبویّہ (علیہ التحیۃ والثنا) مع حاشیتھا

۲۸۔ الخلاصۃ الوفیۃ فی رجال المجموعۃ النبہانیۃ [۳۸]

نوٹ: ان تالیفات کے صفحات ۲۶۸۸ ہیں اور یہ ۱۳۰۹ھ سے ۱۳۲۰ھ کے دوران میں طبع ہوئی ہیں،

(ب) اُن مولّفات کی فہرست جن کی تکمیل کی علاّمہ نبہانیؒ نے صراحت کی، نیز وہ

مولفات جو بقول ان کے تکمیل پذیر تھیں:

۲۹۔ الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر، تین اجزا پر مشتمل یہ مجموعہ جس میں چودہ ہزار چار سو پچاس احادیث ہیں، علامہ نبہانی کی وفات کے بعد مطبع المصطفیٰ البابی الحلبی اولادہٗ مصر سے طبع ہوا۔

۳۰۔ صلوات الاخیار علی النبی المختار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

۳۱۔ ارشاد الحیاری فی تحذیر المسلمین من مدارس النصاری

۳۲۔ الاسالیب البدیعہ فی فضل الصحابۃ و اقناع الشیعۃ

۳۳۔ السہام الصائبۃ لاصحاب الدعاوی الکاذبۃ

۳۴۔ جامع کرامات الاولیاء۔ دو ضخیم جلدوں میں اس کتاب کا اردو ترجمہ مکتبۂ حامدیہ سے شائع ہوا ہے، عربی متن بھی مطبوع ہے۔

۳۵۔ ھدایۃ الرحمٰن فی الرد علی ھدایۃ الشیطان [۳۹]

۳۶۔ قصیدہ الرائیہ الکبریٰ۔ سات سو پچاس اشعار کا قصیدہ

۳۷۔ قصیدہ الرائیہ الصغریٰ۔ پانچ سو پچاس اشعار کا قصیدہ [۴۰]

(ج) ان تالیفات کی فہرست جن میں بعض طبع ہو چکی ہیں اور بعض کا سوانح نگاروں نے ذکر کیا ہے:

۳۸۔ جواھر البحار فی فضائل النبی المختار (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) چار اجزا پر مشتمل فضائلِ نبویہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر ایک جامع کتاب جو طبع ہو چکی ہے، اس کا اُردو ترجمہ بھی قسط وار شائع ہو رہا ہے۔

۳۹۔ شواھد الحق فی الاستغاثۃ بسیدنا لخلق (صلی اللہ علیہ وسلم)، ایک ضخیم لائقِ استفادہ کتاب۔

۴۰۔ الاحادیث الاربعین فی وجوب طاعۃ امیر المؤمنین

۴۱۔ نجوم المھتدین فی معجزاتہ والرد علی اعداءہ اخوان الشیاطین

۴۲۔ احسن الوسائل فی نظم اسماء النبی الکامل صلی اللہ علیہ وسلم (اسماءِ منظوم)

۴۳۔ البرھان المسدّد فی اثبات نبوۃ سیّدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

۴۴۔ کتاب الاسماء فی ما لسیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم من الاسماء

۴۵۔ اتحاف المسلم

۴۶۔ مختصر ریاض الصالحین للنووی

۴۷۔ منتخب الصحیحین، دس ہزار احادیث مکمل اعراب و حرکات کے ساتھ [۴۱]

۴۸۔ تھذیب النفوس فی ترتیب الدروس

۴۹۔ اربعین فی فضل عثمان رضی اللہ عنہ

۵۰۔ اربعین فی فضل ابی بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ وغیرھما

۵۱۔ اربعین فی فضل ابی بکر رضی اللہ عنہ

۵۲۔ اربعین فی فضائل عمر رضی اللہ عنہ

۵۳۔ اربعین فی فضائل علی رضی اللہ عنہ [۴۲]

۵۴۔ قرۃ العینین علی منتخب الصحیحین۔ تین ہزار احادیث کا مجموعہ

۵۵۔ قرۃ العینین من البیضاوی و الجلالین

۵۶۔ جامع الثناء علی اللہ و ھو یشتمل علی جملۃ من احزاب اکابر الاولیاء

۵۷۔ مفرح الکُرُوب

۵۸۔ جذب الاستغاثات

۵۹۔ حسن الشرعۃ فی مشروعیۃ صلوۃ الظھر بعد جمعۃ

۶۰۔ الرحمۃ المھداۃ فی فضل الصلاۃ

۶۱۔ دلیل التجار الی اخلاق الاخیار

۶۲۔ سبیل النجاۃ

۶۳۔ التحذیر من اتخاذ الصور و التصویر

۶۴۔ تنبیہ الافکار لحکمۃ اقبال الدنیا علی الکفار

۶۵۔ سعادۃ الانام فی اتباع دین الاسلام

۶۶۔ الاربعین من احادیث سید المرسلین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

۶۷۔ العقود اللؤلؤیۃ فی المدائح النبویۃ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ دیوان المدائح

۶۸۔ البشائر الایمانیۃ فی المبشرات المنامیۃ۔ الدلالات الواضحات کے آخر پر طبع ہے۔ [۴۳]

۶۹۔ المبشرات

۷۰۔ کتاب الاذکار

۷۱۔ کتاب البرزخ [۴۴]

مندرجہ بالا مؤلفات کے علاوہ بھی بعض کتب اور قصائد کا وجود ممکن ہے کہ ایسے قلم برداشتہ قلمکار کے ہاں تالیف و تصنیف ایک معمول کا عمل ہوتا ہے۔ پھر جبکہ زبان و بیان کی قدرت کے ساتھ معلومات کی فراوانی بھی حاصل ہو تو تالیفات کی کثرت عین ممکن ہوتی ہے۔ یہ تو علامہ مرحوم پر تحقیق کرنے والے محققین کا فرض ہے کہ وہ مسلسل کوشش اور غیر مختتم جدوجہد سے اس مشن کو جاری رکھیں۔

مؤلفات کی فہرست کا طائرانہ جائزہ بھی اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے کہ علامہ نبہانیؒ کا تصنیفی سرمایہ ایک مرکز پر مجتمع ہے۔ نثر ہو یا نظم، تالیف ہو یا تصنیف، تحقیق ہو یا روایت، غرضیکہ کوئی رُخ تصنیف ہو، مقصد صرف اور صرف حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے اپنے قلب و ذہن اور قلم و فکر کو منور رکھنا ہے۔ کبھی آپ فرموداتِ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجمیع و ترتیب میں "قولِ حضور" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی چاشنی پاتے ہیں، صحیحین کا انتخاب ہو یا الجامع الصغیر کی تدوین و ترتیب، اذکار الکتاب والسنہ کی حلاوت ہو کہ ریاض الصالحین کے اختصار کی چاشنی، الحصن الحصین کے اوراد کی تکرار ہو یا اربعین

کے حوالے سے نُطقِ محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حیات آفرینی، یہ سب بہانے ہیں اس وجودِ محترم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تذکرے کے، جو کائنات کا امام اور انسانیت کا مُربّی ہے۔ شمائلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں، معجزاتِ سیّدُ العالمین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فضائلِ جناب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جواہر ہوں یا مثالِ نعل کے نقوشِ تابندہ، افضل الصلوات ہو یا سعادۃ الدارین، جامع الصلوات ہو یا صلوات الثناء، الصلوات الالفیہ ہو یا البرھان المسدد، المزدوجہ الغراء ہو یا القول الحق، الاسالیب البدیعہ ہو یا الشرف المؤبد، تمام نگارشات کا مقصد درِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دُہائی اور ذات و صفاتِ سرکار علیہ الصلوٰۃ والثناء سے استغاثہ ہے۔ فضائلِ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی رنگ ہو، حُسن بہر رنگ مطلوب ہے، صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے تذکرے ہوں اور اربعین کا پیراہن ہو یا اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کی مدح سرائی، محبُوبوں کا ذکر ہو یا عُشّاق کی داستانِ رنگیں، ائمۂ کرام کے حوالے سے بات ہو یا اولیاءاللہ کی کرامات کی حکایت، مطمحِ نظر ایک ہی ہے، اُس یکتا محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان۔ انہوں نے خود یوں تحریر کیا ہے، فرماتے ہیں:

"ہم مقدمہ میں تفصیلاً بیان کرنے والے ہیں کہ ہر ولی کی کرامت دراصل اس کے نبی کا معجزہ ہے تو ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے اولیائے کرامؒ کی کرامات بھی اس اصول کے تحت حضور علیہ السلام کے معجزات ہیں جو دینِ محمدی کی صحت و صدق پر دلیل ہیں۔ یہی حقیقت مجھے اس کتاب (یعنی جامع کراماتِ اولیاء) کی تحریر پر آمادہ کر رہی ہے تاکہ میں اسے اپنی کتاب "حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزاتِ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کا تتمہ قرار دے سکوں۔" [۴۵]

واضح ہو گیا کہ علامہ نبہانیؒ کے نزدیک ہر کمال اُسی صاحبِ کمال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عکس ہے اور ہر حسن اُسی حسن تمام کی زکوٰۃ ہے۔ عاشقِ صادق دوئی پسند نہیں ہوتا اور یہ بھی نہیں کہ وہ حقائق آشنا نہیں رہتا، اس کا کمال تو صرف یہ ہوتا

ہے کہ اسے بہر رنگ محبوبؐ نظر آتا ہے کہ سب میں اس کا فیضان ہے' علامہ نبہانی" نے ابتدائی دور میں بعض اکابر کی مدح میں شعر کہے تھے جن کا ان کو ملال رہا' اس پر معذرت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "**الشعر صنعة لإظهار المهارة والحذق لا للإ خبار بالحق والصدق**۔"[۲۱] (شعر مہارت و ذہانت کے اظہار کا ذریعہ تھا' حقائق و صداقت کی خبر نہ تھا۔)

یہی وجہ تھی کہ انہوں نے پھر کبھی اس رَوِش کو نہیں اپنایا۔ علامہ نبہانیؒ کی چند دیگر کتب کا مقصد بھی اصلاحِ امت تھا کہ یہ بھی صاحبِ اُمت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے حضور خراج کا ذریعہ تھیں' نصاریٰ کا رد' مدارسِ نصاریٰ سے اجتناب کی تاکید' ذاتِ نبوت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے بے نیازی پر مشتمل اجتہاد اور بلند بانگ دعاوی کی مخالفت' آپ کے موضوعات میں اس لیے شامل ہو گئے کہ ان کی اصلاح میں اُمت کی بہبود کا راز پنہاں تھا۔ آپ کی مؤلفات کا مجموعی جائزہ واضح کرتا ہے کہ ان کی پچاسی سالہ زندگی کا ہر لمحہ وقفِ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھا۔ ان کے جذبوں اور ان کے خیالوں پر ایک ہی ذات جلوہ فگن تھی اور وہ کسی قیمت پر اس "توحید مستی" سے دست بردار ہونے کو تیار نہ تھے۔

علامہ نبہانیؒ۔۔۔ ایک منفرد مدح نگار

علامہ نبہانیؒ کی مؤلفات کا سرسری جائزہ ان کے محبوبِ نظر کی وضاحت کے لیے کافی ہے' نثر ہو یا نظم آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مدح نگار ہیں' دربارِ رسالت کی مدح خوانی ان کا مقصود بھی ہے اور ان کے دل کا قرار بھی۔ نظم میں پیوستگیٔ الفاظ اور موسیقیٔ اصوات کا اہتمام ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی اثر آفرینی بھی دو چند ہو جاتی ہے۔ جذباتِ عشق و محبت کے لیے شعر' موزوں تر ہے کہ اس میں تأثر منضبط ہوتا ہے اور آہنگ میں ربطِ شعور کی جھلک ہوتی ہے۔ علامہ نبہانیؒ تھے ہی عشق پیشہ' اس لیے انہیں شعر میں جذبوں کو سمونے کی ضرورت کا احساس تھا اور اس پر سلیقہ شعار قدرت بھی حاصل تھی۔ شعر گوئی ان کے لیے زندگی بھر کا وظیفہ تھا' بچپن

ہی سے شعر کہنے لگے اور ماحول کے مطابق مدحِ اکابر میں مصروف ہوئے مگر جونہی شعور پختہ ہوا' اس کارِ بے توفیق سے کنارہ کش ہو گئے اور ما سَلَف شعر گوئی پر پشیمان و نادم رہے۔ پشیمانی یہ تھی کہ درِ حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے سوا کسی در پر آواز کیوں دی۔ یہ ندامت تلافیٔ مافات کا سبب بنی اور پھر عمر بھر اس کا ارتکاب نہ ہُوا۔ شعور کی ساری شاعری گواہ ہے کہ موضوعات کے تنوّع کے باوجود ہر نظم اور ہر قصیدے کا مرکزی خیال عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی رہا۔ آپ شاہ ولی اللہ محدّث علیہ الرحمہ کے اس ارشاد کے نہائت مناسب مصداق تھے کہ

فمن شاء فليذكر جمال بثينة
و من شاء فليغزل بحب الزيانب
سا ذكر حبي للحبيب محمدٍ
اذا وصف العشاق حب الحبائب[۲۲]

(پس جو چاہے' بثینہ کے جمال کا تذکرہ کرے اور جو چاہے زینبوں (زینب کی جمع) کی محبت کے ترانے گائے۔ میں اپنے حبیب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ہی ذکر کروں گا جب دیگر عُشّاق محبوباؤں کی محبت بیان کریں)۔ آپ کے معلوم ذخیرۂ اشعار کا تجزیاتی مطالعہ کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ان کے اشعار کے ماخذ کی نشاندہی کر دی جائے تاکہ کیت کے اعتبار سے ان کے مرتبۂ شعری کا اندازہ ہو جائے۔

۱۔ النظم البديع فی مولد الشفيع

یہ ایک مخمّس ہے جس میں ایک سو تیئس (۱۲۳) بند ہیں' ولادتِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حوالے سے اس کا مرکزی موضوع آپ کی دُنیا میں تشریف آوری کی حکایت ہے۔ واقعاتِ ولادت کی ترتیب کا اہتمام کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ تمہید ہے جس میں وجہِ تصنیف کا بیان ہے۔ ولادت دیباچہ ہے "رحمتِ باری" کے نزول کا' اس لیے مجلسِ ولادت کے آداب کا خیال رہنا ضروری قرار دیا گیا ہے' پاکیزہ محفل' پاک کلام' مستند واقعات اور عشق و محبت کی فضا' درود کے زمزموں میں حاضری کا

تصوّر کہ رحمتِ رب استقبال کرے' یہ ہیں وہ موضوعات جن سے پہلا حصّہ عبارت ہے۔ یہ حصہ بیس بند کا ہے۔ دوسرا حصہ نورِ احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور سے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود تک کی روایت پر مشتمل ہے' یہ بھی بیس بند کا ہے' تیسرا حصہ عظمتِ نَسب کے حوالے سے بیان ہوا جو بیس بند کا ہے۔ چوتھا حصہ قُربِ ولادت اور بعد از ولادت نازل ہونے والی برکات کا بیان لیے ہوئے ہے۔ پانچواں حصہ ولادت کی رات کے اوصاف کے ذکر پر مشتمل ہے' یہ دونوں حصے بھی بیس بیس بند کے ہیں۔ آخری اور چھٹا حصّہ بعد از ولادت علاماتِ عظمت کے ذکر کے ساتھ دُعا و استغاثہ ہے' اس میں تیئیس بند ہیں۔ علامہ نبہانیؒ نے پوری مخمس کو محفلِ میلاد کے حوالے سے مکمل کیا ہے۔ مولود برزنجی تو منثور بیان ہے جبکہ **النظم البدیع** منظوم خراجِ محبت ہے۔ پوری نظم سلاستِ الفاظ اور شکوہِ معنی سے مزیّن ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ عقیدت و محبّت کی آبشار ہے جو تیز خرام بھی ہے اور نغمہ آفریں بھی۔ یہ مولود نبہانیؒ ایک مستقل کتابچہ کی صورت بھی چھپا اور "**حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزاتِ سیّد المرسلین**" (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے بابِ ثانی میں ص ۲۴۰ سے ۲۵۴ تک بھی طبع کیا گیا۔

(ب)۔ طیبۃ الغرا فی مدحِ سیّد الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والثناء

علّامہ نبہانیؒ سراپا مدح نگار تھے۔ اس میدان میں علّامہ بوصیری علیہ الرحمہ (م ۶۹۶ ھ) ان کے امام تھے۔ امام بوصیری علیہ الرحمہ کا قصیدۂ بُردہ تو اپنی عظمت و جلالتِ شان کی بنا پر نعتیہ شاعری کا اُسوۂ حسنہ ہے مگر آپ کا قصیدۂ ہمزیہ "اُمّ القرٰی فی مدحِ خیرُ الورٰی" (علیہ السّلام والثناء) اپنی طوالت اور مضمون آفرینی کی بنا پر بلند مقام رکھتا ہے۔ امام بوصیریؒ کا ہمزیہ ۴۵۶ اشعار کا قصیدہ ہے۔ اس سے ہمزیہ کی روایت بھی چلی جو تتبّع تھا حضرت حسّان رضی اللہ عنہ' کے ہمزیہ کا۔ علّامہ نبہانیؒ نے اس روایت کو نہایت مستحکم انداز سے قائم رکھا اور

"**طیبۃ الغراء فی مدح سیّد الانبیاء**" (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے عنوان سے ایک ہزار ایک (۱۰۰۱) اشعار کا ہمزیہ قصیدہ کہا' یہ قصیدہ مدحیہ شاعری کا بحرِ بے کنار ہے۔ مضامین کا تنوّع مگر تسلسُل' الفاظ کی متانت مگر روانی' قصیدے کو عربی ادبیات کا شہکار بنا دیتی ہے۔ صاحب فہرس الفہارس کہتے ہیں:

"**ثم همزيته وبها اشتهر' و تناقل الناس ماله من خير' لبلاغتها و انسجامها و طلاوتها' ثم عظم ذكره بما صنّف و نظم و نثر و طبع و نشر خصوصًا في الجانب المحمدي الاعظم**" (پھر اُن کا ہمزیہ جو اُن کی شہرت کا سبب بنا' اس میں ان کی موجود خیر لوگوں میں منتقل ہوئی۔ اس کی بلاغت' حُسنِ انضباط اور اس کی رخشندگی کی بنا پر' پھر آپ کا ذکر ہر تصنیف پر بلند تر ہوتا گیا' وہ نظم تھی یا نثر' طبع ہوئی یا شائع' خاص طور پر مدحِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حوالے سے۔)

طیبۃ الغراء ایک معارضہ ہے مگر انہیں امام بوصیری علیہ الرحمہ کی عظمت کا احساس ہے' اس لیے خود کہتے ہیں۔ "**يقول ناظمها قد وازنت بهمزتي هذه همزية الإمام الا بوصيري' ام القرى في مدح خير الورى' عالما ان الفضل للمتقدم و انه بمنزلة المعلم و انا بمنزلة المتعلم**" (ناظمِ ہمزیہ کا کہنا ہے کہ بے شک میں نے اِس اپنے ہمزیہ سے امام بوصیریؒ کے ہمزیہ "امّ القرٰی فی مدحِ خیر الورٰی (علیہ التحیۃ والثناء) کا معارضہ لکھا ہے' یہ جانتے ہوئے کہ فضیلت متقدم ہی کو حاصل ہے اور یہ کہ وہ معلّم کے مقام پر ہیں اور میں طالبِ علم کی سطح پر)

یہ ہمزیہ قصیدہ بار بار چھپا' مصر کے مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی و اولادہٗ کا طبعِ ثانی (۱۳۷۱ھ۔ ۱۹۵۲ء) ہمارے پیشِ نظر ہے' یہ قصیدہ علّامہ نبہانیؒ کے مجموعۂ نبہانیہ کے الجزء الاول کے صفحہ ۲۰۴ سے ۲۸۷ پر بھی موجود ہے۔

ہمزیہ نبہانی میں مدح نگاری کے تمام ضوابط کو ملحوظ رکھا گیا ہے' سیرت و شمائل کا تذکرہ اور خاندانی وجاہت و نسلی صیانت کا ذکر' پھر صفات و خصائصِ خیرُ البشر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' وجۂ کائنات ہونے کا حوالہ' مولدِ پاک' توسّلِ انبیا کا دلآویز بیان'

خاندان کے بزرگوں کی طہارت، رضاعت، شقِ صدر، والدین کریمین، تبلیغ اور اس کی مشکلات، شقِ قمر و شعبِ ابی طالبؓ، عام الحزن، طائف کا سفر، معراج کی منزلت کی روایات، بیعتِ انصار، ہجرت، آمدِ مدینہ، اذنِ قتال، غزوات، عمرۃ الحدیبیہ، یہود سے معاملات اور اخراج، فتحِ مکہ، غزوۂ حنین، طائف، تبوک، حجۃ الوداع اور وفات، پھر عظمت کے آثار، معجزات کا تفصیلی بیان۔ ابتدا سے انتہا تک واقعاتِ سیرت کا مرغزار لہلہا رہا ہے، اک بے پایاں عقیدت ہے جو مچلتی جا رہی ہے، ایک عاشق کی صدا ہے جو دلوں پر دستک دیتی ہے۔ ابتدا یوں ہوئی:

نُورُکَ الکُلُّ وَ الوَرٰی اَجزَاءُ
یَا نَبِیًّا مِنْ جُنْدِہِ الاَنْبِیَاءُ
رُوحُ ھٰذَا الوُجُودِ اَنْتَ وَ لَوْلَا
کَ لَدَامَتْ فِی غَیْبِھَا الاَشْیَاءُ
مُنْتَھَی الفَضْلِ فِی العَوَالِمِ جَمْعًا
فَوْقَہٗ مِنْ کَمَالِکَ الاِبْتِدَاءُ [۵۰]

(آپ کا نور ایک کل ہے کہ سب مخلوق اس کے اجزاء ہیں۔
آپ اس وجود کی روح ہیں اگر آپ نہ ہوتے تو تمام موجودات پردۂ غیب ہی میں رہتیں۔
سب جہانوں میں فضیلت کی انتہا سے برتر مقام سے آپ کے کمالات کی ابتدا ہوتی ہے۔)

(ج) سعادۃ المعاد فی موازنۃ بانت سُعاد

حضرت کعب بن زُہیر رضی اللہ عنہ کا قصیدہ "بانت سُعاد" دربارِ رسالت میں پڑھا گیا جس پر ردائے مبارک کی جزا بھی حاصل ہوئی اس لیے ہر شاعر کے دل میں اس کے تتبّع میں قصائد کہنے کی تحریک ہوئی۔ یہ لامیہ قصیدہ ہے جس کے معارضہ میں کثیر تعداد میں لامیہ قصائد لکھے گئے۔ علامہ نبہانیؒ کا یہ قصیدہ بھی اسی خواہش کا مظہر

ہے، ایک سو چوالیس شعر کا یہ قصیدہ لامیہ ۱۳۱۵ھ میں دس صفحات کے ایک پمفلٹ کی صورت میں خود علامہ نے شائع کرایا۔ پھر اسے اپنے مجموعہ "المجموعۃ النبھانیہ فی المدائح النبویۃ" کے تیسرے حصے میں شامل کر لیا۔[۵۱]

سعادۃ المعاد، میں حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کا بار بار ذکر ہوا، مدح کی ابتدا میں تشبیب کا ارادۃً بیان بھی اسی تتبّع کا اثر ہے جو قصیدہ کے ہر ہر شعر سے عیاں ہے۔ ہوائے طیبہ، تشبیب کا موضوع ہے جس کے جمال کے سامنے سُعاد ایک تمثال ہی تو ہے۔ فرماتے ہیں:

فَمَا سُعَادُ اِذَا قِیسَتْ بِبَھْجَتِھَا
وَ کُلُّ اَمْثَالِھَا اِلَّا تَمَاثِیلُ [۵۲]

(سُعاد کو جب بھی وادیٔ مدینہ کے جمال کے سامنے کیا گیا تو وہ کیا! اُس جیسی سب صرف تماثیل ہی تو ہیں) یہ معارضہ ہے مگر علامہ نبہانیؒ کو مقابلے کا دعویٰ نہیں اس لیے وہ برملا اعتراف کرتے ہیں:

لٰکِنَّ لِکَعْبِکَ یَا خَیْرَ الاَنَامِ عَلٰی
رُؤُسِنَا ثَابِتٌ فَضْلٌ وَ تَفْضِیلُ [۵۳]

(آپ کے کعب کی اے خیر الانامؐ ہمارے سروں پر فضل و فضیلت ثابت ہے) اس میں کعبؓ میں توریہ ہے کہ مراد حضرت کعب رضی اللہ عنہ ہوں تو مراد یہ کہ آپ ہمارے سر کا تاج ہیں، مقابلہ و معارضہ کیسے ہو سکتا ہے اور اگر ٹخنہ مراد ہے تو پھر بھی اس ٹخنے کی عظمت سر آنکھوں پر ہے۔

(د) السابقات الجیاد فی مدحِ سیّد العباد

علامہ نبہانیؒ نے عربی حروفِ ہجاء کے ہر حرف کو قافیہ بنا کر دس دس اشعار کہے جو اُن کی کتاب "سعادۃ الدارین فی الصلاۃ علیٰ سید الکونین" کے آخر میں بطورِ ضمیمہ شامل ہیں، یہی قصائد ان کی تالیف "المجموعۃ النبھانیہ" کے تمام اجزا میں ہر حرف کے قافیہ میں آخری قصیدہ کے طور پر شامل ہیں۔ یہ مجموعی طور پر انتیس (۲۹)

قصائد ہیں کہ ان میں الف مقصورٰی بھی شامل ہے۔ ان کے علاوہ حرف ہمزہ میں ایک زائد قصیدہ ہے اور حرف لام مع الالف میں ایک قصیدہ ان پر زائد ہے، یوں یہ عشرات یعنی دس دس اشعار کے اکتیس قصائد ہیں جو ۳۱۰ شعروں پر مشتمل ہیں۔ ان قصائد میں التزام کی وجہ سے بعض اشعار میں آورد کا گمان ہوتا ہے مگر شاعر پختہ ہو تو آورد بھی تراشی ہوئی مورتی دکھائی دیتی ہے، لیکن عمومی طور پر ان عشرات میں جذبے کی فراوانی اور وارفتگی کا عالم ہے۔

(ہ) القول الحق فی مدح سیّد الخلق

ایک سو تیرہ اشعار کا قصیدہ لامیہ جو بانت سعاد کے معارضہ کے علاوہ ہے۔ اس قصیدہ میں مدح کے عمومی مضامین کے علاوہ معجزات کا بطورِ خاص تذکرہ ہے، خود علامہ نبہانیؒ اسے القصیدہ الفریدۃ کہتے ہیں۔ آپ کے خلاف جو شورش بپا ہوئی تھی اس کے حوالوں میں یہ قصیدہ موضوعِ بحث رہا ہے کہ "**شواہد الحق**" کی طرح **القول الحق** میں بھی استعانت اور استغاثات کی بازگشت زیادہ ہے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ آپ کا یہ قصیدہ آپ کے دینی میلانات اور روحانی کیفیات کا مکمل عکس ہے۔ یوں کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی پہچان ہے۔

(و) قصیدہ الرائیہ الکبرٰی والرائیہ الصغرٰی

الرائیہ الکبرٰی سات سو پچاس شعر اور الرائیہ الصغرٰی پانچ سو پچاس شعر کا قصیدہ ہے۔ یہ تیرہ سو شعر خاص مقاصد کے تحت کہے گئے ہیں۔ الرائیہ الکبرٰی میں اسلام کی فضیلت اور دیگر مذاہب کا رد ہے جن میں خاص طور عیسائیت پر بھرپور تنقید ہے۔ ضمناً اُن افرد کا بھی رد ہوا جو عیسائی دنیا سے متأثر ہوئے اور اسلامی تعلیمات کو دیگر مذاہب کے لیے قابلِ قبول بنانے کے لیے معذرت خواہانہ رویّہ اپنانے لگے۔ الرائیہ الصغرٰی میں سُنّت کی تعریف اور بدعت کا رد ہے، ضمناً ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو اسلامی تعلیمات کے بعض پہلوؤں کی تشکیلِ نو کے لیے غیر ضروری اجتہاد کا سہارا لے رہے تھے۔ ان میں وہ شخصیات بھی تھیں جو سیاسی میدان میں بڑی قد آور تھیں

مگر علامہ نبہانیؒ تو انہیں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حوالے سے دیکھ رہے تھے۔ اس لیے مذمت سے دست بردار نہیں ہوئے۔ برصغیر میں سرسید احمد خان اور ان کے رفقا کے خلاف جو کچھ دینی طبقہ کی طرف سے ہوا، ایسا ہی شیخ محمد عبدہٗ اور المنار کے مدیر علامہ رشید رضا کے خلاف ردِّعمل عرب علاقوں میں پیدا ہوا تھا۔ شخصی دشمنی نہ تھی صیانتِ عقائد کا مرحلہ تھا۔ علامہ نبہانیؒ نے اِس محاذ پر نثر میں بھی کام کیا اور نظم میں بھی۔ نثر میں **خلاصۃ الکلام فی ترجیح دین الاسلام**، **ارشاد الحیاری فی تحذیر المسلمین من مدارس النصاری**، **الاسالیب البدیعۃ فی فضل الصحابہ واقناع الشیعۃ**، **السہام الصائبۃ لا صحاب الدعاوی الکاذبۃ**، **ہدایۃ الرحمٰن فی الرد علی ہدایۃ الشیطان**، **نجوم المھتدین فی معجزاتہ والرد علی اعداء اخوان الشیاطین**، **البرہان المسدد فی اثبات نبوۃ سیدنا محمد** صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ آخر الذکر حضرت مجددِ الفِ ثانی علیہ الرحمہ کی کتاب "اثبات نبوت" کی یاد دلاتی ہے اور ان کے علاوہ دیگر کتب میں دفاعِ اسلام کا مجاہدانہ کردار نمایاں ہے، نظم میں الرائیہ قصائد مولانا فضلِ حق خیر آبادیؒ کے رسالہ منظوم "امتناع النظیر" کی یاد دلاتے ہیں۔ ان کا اثر یہ ہوا کہ حکومت کو بہکایا گیا اور ایک ہفتہ کے لیے علامہ نبہانیؒ گرفتار بھی ہوئے، لیکن ان کا جوشِ دینی اور دفاعِ ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذوق کم نہ ہوا بلکہ آپ ہمہ وقت شمشیرِ محبت کے حامل میدانِ مبارزت میں موجود رہے۔ خلوص اور نیک نیتی کا اپنا جلال ہوتا ہے، مخالفت کے ارادے کے باوجود مخالف زیرِ منقار رہتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، علامہ کے خلاف مجموعی جدوجہد اور تعاون سے محمود شکری آلوسی (۱۳۴۲ھ) کو تیار کیا گیا، انہوں نے **شواہد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق**" اور اسی قبیل کی دیگر کتب اور نظریات کی تردید میں دو اجزا پر مشتمل ایک کتاب "**غایۃ الامانی فی الرد علی النبہانی**" تیار کی۔ موضوع وہی تھا جو بہت عرصے سے زیرِ بحث چلا آ رہا تھا۔ اس کتاب میں علامہ ابن تیمیہ کے حوالے سے علامہ ابن حجر، علامہ السبکی، علامہ السیوطی کی تحریروں کو بھی موضوع بنایا گیا۔ کتاب

حسنِ ترتیب سے عاری تھی کہ قاری پڑھنے میں دقتیں محسوس کرتا ہے۔ مسلسل عبارت جو بلا فصل اور بلا عنوان ہے، بات سے بات نکالی گئی ہے۔ بہر کیف یہ ردِ عمل تھا جو پوری قوت سے ترتیب پایا مگر علامہ نبہانیؒ کی ہیبت تھی کہ اس کی اشاعت اور فروغ نہ ہو سکا۔ اس سے عالمِ عرب اور عالمِ اسلام میں علامہ نبہانیؒ کی ساکھ کا اندازہ ہوتا ہے چنانچہ محمودؔ شکری آلوسی کی کتاب کے دیباچہ نگار محمد بن عبداللہ بن السیل لکھتے ہیں کہ اس کی اشاعت شیخ تلمسانی اور شیخ محمد نصیف کی مشترکہ کوششوں سے ہوئی اور طباعت کا اہتمام فرج زکی الکردی کے سپرد کیا گیا:

"**فقام بطبعتہ الاولی وقد وضع المؤلف علی طرۃ الکتابہ تالیف أبی المعالی الحسینی، اشارۃ الی کنیۃ و نسبہ الحسینی، و زاد علیھا السلامی الشافعی لئلا تبضح اسمہ خوفا علی نفسہ .... فلذلک خافا لسید محمود شکری الالوسی من اظہار اسمہ علی طرۃ الکتاب و کذلک صاحب المطبعہ فرج اللہ زکی خاف علی نفسہ، ولم یذکر اسمہ الارمزا (ف، ج، ز) ولا اسم مطبعتہ، ولا البلد التی فیھا المطبعہ.......**"[55] (پس فرج زکی الکردی نے اس کے طبعِ اوّل کا اہتمام کیا، کتاب کے اوپر مؤلف کا نام اس طرح لکھا: تالیف ابی المعالی الحسینی۔ یہ کنیت اور نسبت کی جانب اشارہ تھا، اس پر السلامی الشافعی کا اضافہ بھی کیا کہ نام ظاہر نہ ہو، جان کے خوف کی وجہ سے، .... پس اس سبب سید محمود شکری الالوسی نے کتاب پر اپنا نام نہ لکھا، اسی طرح صاحبِ مطبع نے خوفِ جان کے سبب صرف اشارۃً نام لکھنے پر اکتفا کیا یعنی ف، ج، ز لکھا، نہ مطبع اور نہ اس شہر کا نام لکھا گیا جہاں یہ کتاب طبع ہوئی تھی)

(ز) چند دیگر منظوم کتب و رسائل

علامہ نبہانیؒ نے اسماءِ حسنیٰ سے استغاثہ کے موضوع پر "**المزد وجہ الغرا فی الاستغا ثہ باسماء اللہ الحسنیٰ**" اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسما کے حوالے سے "**احسن الوسائل فی نظم اسماء النبی الکامل صلی اللہ علیہ وسلم**"

جیسے عقیدت مندانہ قصائد لکھے۔ ان کے علاوہ "**العقود اللؤلؤیۃ فی المدائح النبویّہ**" کے زیرِ عنوان اُن کے دیوان کی نشاندہی بھی ہوئی ہے۔ شیخ البرعی (م القرن الخامس ھ) کے میمیہ قصیدہ پر ایک مصرع کے اضافہ سے تخمیس کہی۔[56] موشحاتِ اندلسیہ کے معارضہ میں ابن العقاد کے موشح پر ایک سو دو شعروں کا موشح لکھا[57] اسی طرح الموشحات الشامیہ کے معارضہ میں نعتیہ موشح لکھا جو ایک سو دو شعروں کا ہے۔[58] آخری موشح، ابو عبید کے معارضہ میں ہے جو سنتالیس اشعار کا ہے[59] اگرچہ علامہؒ نے خود اپنے شعروں کا شمار کرتے وقت اسے تیس شعروں کا کہا ہے۔[60] قافیہ لام کے زیرِ عنوان چار قطعات بھی ان کے زورِ قلم کا نتیجہ ہیں[61]، اگرچہ ان میں سے ایک دالیہ ہے جس کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ جو شخص **المجموعۃ النبہانیۃ** کو دوبارہ شائع کرائے، وہ اس کو حرف دال میں درج کر دے۔

اس مختصر جائزے سے واضح ہو گیا کہ علامہ نبہانیؒ نے عربی میں مدحِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر اور اس کی مناسبت سے تقریباً چار ہزار اشعار لکھے جو کسی بڑے سے بڑے شاعر کے لیے وجہِ شرف ہو سکتے ہیں۔ یہ اُن کی قادر الکلامی اور عربی ادب پر دسترس کی دلیل ہے، یقیناً انہیں عصرِ حاضر کے نمائندہ شاعروں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

(ح) المجموعۃ النبہانیہ فی المدائح النبویّہ

علامہ نبہانیؒ کے شعری سرمایہ کا بیشتر حصہ اُن کے مشہور مجموعہ "**المجموعۃ النبہانیہ فی المدائح النبویّہ**" کے چار اجزا میں موجود ہے۔ آپ خود باکمال شاعر تھے، انہوں نے نہایت وقیع قصائد قارئین کے لیے تحریر کیے۔ اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ عہدِ صحابۂ کرامؓ سے اپنے دور تک جس قدر قصائد، معارضات، موشحات اور مخمسات ان کو دستیاب ہوئے انہوں نے ان چار اجزا میں جمع کر دیے، ان پر حواشی لکھے اور دیباچہ کے طور پر نہایت کار آمد مباحث پر رائے زنی کی۔ اس طرح یہ چار اجزا نعتیہ شاعری کا دائرۂ معارف بن گئے۔ یہ قصائد ۲۱۳ اصحاب کی شعری کاوشوں کا ثمر ہیں۔ ان

میں چونتیس معلوم صحابۂ کرامؓ اور چار وہ ہیں جن کی عہدِ صحابہ میں مستند نشاندہی نہ ہو سکی، اس طرح اڑتیس افراد کا تعلق عہدِ صحابہؓ سے ہے۔ ان میں ۱۴۰ وہ شعرا بھی ہیں جن کی نسبت اور اسما معلوم نہیں۔ اس طرح عہدِ صحابہؓ کے بعد سے عصرِ حاضر تک ۱۷۵ شعرا کی شعری کاوشیں **المجموعة النبهانية** کی زینت بنی ہیں۔ ان مدائح میں اصنافِ سخن کے لحاظ سے بھی تنوع ہے کہ ۴۵۶ قصائد، ۹۹ قطعات، ۱۳ مخمسات، ۱۶ موشحات، ایک تسدیس اور ایک تشطیر ہے، ان مختلف اصناف کے مظاہر میں صحابۂ کرامؓ کے کل شعر ۴۶۱ ہیں جبکہ ۲۴۶۳۵ اشعار دیگر شعراءِ کرام کے ہیں۔ اس طرح شعر ۲۵۰۹۶ ہیں۔ مختلف ادوار پر پھیلا ہوا اس قدر ضخیم مجموعہ علامہ نبہانیؒ کا وہ کارنامہ ہے جس پر عربی ادب کو ہمیشہ ناز رہے گا۔

المدائح النبویہ کا تجزیاتی مطالعہ

علامہ نبہانی مدحِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس قدر مستغرق رہے کہ صاحب فہرس الفہارس نے انہیں "بوصیریُ العصر" کا لقب دیا، یہ اس لیے کہ انہوں نے علامہ بوصیری علیہ الرحمہ کے تتبع میں مدحِ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وظیفۂ حیات بنایا۔ ان کا ہمزیہ تو اس تتبع کا عملی اظہار ہے۔ **سعادة المعاد** میں حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کی پیروی کی اور مجموعی روش میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا اتباع کرتے رہے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے ان کی نسبت کا اظہار تو خود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مولانا محمد میاں صدیقی کی زبانی سنیے، موصوف اپنے والدِ محترم مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

"۱۹۷۲ء میں ناچیز راقم (یعنی محمد میاں صدیقی) نے علامہ یوسف النبہانیؒ کی کتاب "**الوسائل الوصول الی شمائل الرسول**" (مراد وسائل الوصول ہے) کا اردو ترجمہ کیا۔ چھپا تو پیش کیا، دیکھ کر بہت خوش ہوئے (یعنی مولانا محمد ادریس کاندھلوی) اور

علامہ نبہانیؒ کے بارے میں ایک واقعہ سنایا، فرمایا: "میں ۱۳۵۶ھ میں فلسطین گیا، وہاں ایک عالم دین سے ملاقات ہوئی، وہ علامہ نبہانیؒ کے احباب اور رفقا میں سے تھے (علامہ نبہانی کا انتقال ۱۳۵۲ھ میں ہوا تھا، آپ فلسطین کے رہنے والے تھے) وہ کہنے لگے کہ نبہانیؒ کے انتقال کے کچھ روز بعد مجھے خواب میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) نبہانی ہمارا ساتھی تھا، اس نے آپ کی مدح، تعریف اور فضائل میں بہت سے کتابیں لکھیں، اس کا انتقال ہو گیا، اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! نبہانیؒ تو ہمارا حسان تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے صرف اتنا فرمایا۔

والد صاحب (یعنی مولانا محمد ادریس کاندھلوی) فرمانے لگے کہ علامہ نبہانیؒ نے تقریباً پچاس کتابیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تالیف کیں، وہ اللہ کے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مقبول بندوں میں سے تھے۔

علامہ یوسف نبہانیؒ نے المجموعة النبهانية کے دیباچہ میں، مدحِ رسالت کی حدود، ضرورت اور تسلسل کے بارے میں مختلف مفید معلومات کا اندراج کیا ہے، اس تفصیل کا اجمال یہ ہے۔

۱۔ مدحِ رسالت ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گی، اس میں انقطاع ممکن نہیں، اس لیے مدح کا حصر انسان کے بس میں نہیں ہے۔ ہر مدح کم اور ہر مداح ناتمام ہے۔ علامہ ابن الفارض فرماتے ہیں:

أرَى كُلَّ مَدحٍ فِي النَّبِيِّ مُقَصِّرًا
وَإنْ بَالَغَ المُثنِي عَلَيهِ وَأكثَرَا
إذَا اللهُ أثنَى بِالَّذِي هُوَ أهلُهُ
عَلَيهِ فَمَا مِقدَارُ مَا تَمدَحُ الوَرَى

(میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر مدح کو قاصر خیال کرتا ہوں اگرچہ ثنا خواں کس قدر مبالغہ اور کثرت سے کام لے' اس لیے کہ جب آپ کے مرتبہ کے مطابق خود اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے تو مخلوق کی تعریف کس شمار میں ہے)

۲۔ مدحتِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حق کوئی ادا نہ کر سکا تو بھی مدح میں دوام رہنا چاہیے کیونکہ **"فَمَنْ مَدَحَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُتَقَدِّمِيْنَ وَالْمُتَأَخِّرِيْنَ اِنَّمَا مَدَحَهٗ تَوَسُّلًا بِجَنَابِهٖ اَوْ تَفْرِيْجًا لِكُرَبِهٖ وَمَصَائِبِهٖ اَوْ رَغْبَةً فِیْ جَزِيْلِ ثَوَابِهٖ اَوْ اِسْتِشْفَاءً بِبَرَكَةِ ذَاتِهٖ وَاسْتِلْذَاذًا بِذِكْرِ اسْمِهِ الشَّرِيْفِ وَصِفَاتِهٖ .... وَمَقَاصِدُ الْمَادِحِيْنَ شَتّٰی وَاِنَّمَا التَّوْفِيْقُ مَوَاهِبُ"**۔ [15]

(متقدمین اور متأخرین میں سے جس نے بھی آپؐ کی مدح کی تو بے شک یہ مدح آپ کی بارگاہ کے توسّل یا اپنی تکالیف اور مصائب سے نجات یا اس کے بہتر ثواب کی رغبت یا آپؐ کی ذات کی برکت سے شفا کی طلب یا آپ کے اسما و صفات کے ذکر سے متمتع ہونے کے لیے ہے...... مدح نگاروں کے مقاصد مختلف ہیں' یقیناً توفیقِ مدح بھی ایک کرم ہے")، اس مدح میں توازن' شائستگی اور متانت ضروری ہے۔ مدح کے موضوعات سیرت کے ذکر' خصائص کے تذکار' آلؓ و اصحابؓ کی منقبت اور دشمنانِ اسلام سے دفاعی کاوشوں پر مشتمل ہیں۔

۳۔ مدحِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دوران میں یہ حقیقت پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ آپ اس مدح کے محتاج نہیں ہیں۔ یہ تو مدح نگار کی قسمت ہے کہ اسے اس بارگاہ میں لب کشائی کی توفیق ہوتی ہے۔ کیونکہ خالق کی مدح کا تو جواب نہیں ہے۔

۴۔ مدح میں روایتِ قصیدہ کو نبھانے کا عمدہ ترین انداز یہ ہے کہ تشبیب کے حوالے دیارِ مدینۂ منورہ سے متعلق رہیں۔ اس کی وادیوں' بستیوں' موسموں اور جتنوں کا تذکرہ چاہیے تاکہ روایت بھی قائم رہے اور ادب کے تقاضے بھی ملحوظ رہیں۔

۵۔ تشبیب کی قصیدہ میں موجودگی بانت سُعاد کے حوالے سے متحقق رہی ہے مگر اس میں کوئی اشارہ' کوئی کلمہ اور کوئی تشبیہ و استعارہ منصبِ ممدوح کے مقام و مرتبہ سے کم نہیں ہونا چاہیے۔ لفظ پاکیزہ' خیالات عمدہ اور اسالیب باوقار ہونے چاہئیں۔ عورتوں کے حوالے اور ان کے متعلقات کے بیان سے اجتناب ضروری ہے۔ درحقیقت علامہ نبہانیؒ تشبیب کے جواز کے قائل ہیں' اگرچہ احتیاط کے بھی قائل ہیں۔

۶۔ مدّاحین کی کثرت مدح نگار کو راستے کے نشیب و فراز جاننے کے لیے معاون ہے۔ ضرورت یہ ہے کہ مدح نگار ان مدّاحین کے کلام اور رویّہ کو پیشِ نظر رکھے جن کی شعری صلاحیت اور معنوی عظمت کا اک جہان معترف ہو چکا ہے مثلاً امام بوصیریؒ' امام برعی' شہاب محمود حلبی' ابنِ نباتہ' القیراطی' النواجی' امام ابنِ حجرؒ' الصفی الحلی وغیرہ۔ یہ بھی کہ اس کے سامنے بیش تر کلام ہونا چاہیے بلکہ مختلف اصناف کے عمدہ نمونے بھی تاکہ اس کی راہ آسان ہو جائے۔

۷۔ مدح نگار کو اُن شعرا سے متأثر نہیں ہونا چاہیے جو دنیائے شعر میں تو نمایاں مقام رکھتے تھے مگر مدحِ رسالت میں ژولیدہ بیان ثابت ہوئے اس لیے کہ مدحِ رسالت ایک توفیق ہے اور دُنیا پرستوں کو یہ روحانی سربلندی حاصل نہیں ہوتی۔

۸۔ مدح نگاری' سیرت کے مطالعہ اور خصائصِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے کسبِ فیض کا ذریعہ بھی ہے اس لیے اس دینی سہولت سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور مطالعۂ سیرت کی عادت ڈالنی چاہیے تاکہ مدح میں مضامین کی تنگ دامنی راہ نہ کاٹے۔

ان توضیحی اشارات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ علامہ نبہانیؒ مدحیہ شاعری کے بارے میں کن خیالات کے حامل تھے۔ ان کے نقطۂ نظر کو سمجھ لینے کے بعد ان کی مدحیہ شاعری کا جائزہ مفید رہے گا۔

علامہ نبہانی کا ہمزیہ قصیدہ ایک ہزار ایک شعر کا ہے جس میں سیرت کے واقعات

یوں بیان ہوئے ہیں کہ یہ منظوم سیرت نگاری کا عمدہ نمونہ ہے۔ تشبیب کے حوالے سے مدینۂ منورہ کا روح پرور نقشہ ہے' ذرا شدّتِ جذبات ملاحظہ ہو۔

لَیْتَ شِعْرِیْ کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی طَیْبَۃَ وَھِیَ الْحَبِیْبَۃُ الْعَذْرَاءُ [۶۶]

(کاش مجھے خبر ہوتی کہ طیبہ کی حاضری کیسے ہوگی کہ وہ ایسی محبوبہ کی طرح ہے کہ جس کا حسن لٹا ہی نہیں یعنی محفوظ ہے) پھر دربار کے گرد و نواح کو سلامِ محبت پیش کرتے ہیں کہ یہ وہ مقام ہے۔

حَیْثُ رُوْحُ الْاَرْوَاحِ حَیْثُ جِنَانُ الْخُلْدِ حَیْثُ النَّعِیْمُ وَ النَّعْمَاءُ

(جہاں روحوں کی راحت' خلد کی جنت' نعمتیں اور نعمت والے ہیں)

حَیْثُ یَثْوِیْ مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْخَلْقِ وَ فِیْ بَابِہِ الْوَرٰی فُقَرَاءُ [۶۷] (جہاں حضرت محمد سید الخلق صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں جن کے دروازے پر ساری مخلوق فقیرانہ حاضر ہے)

ھُوَ حَیٌّ فِیْ قَبْرِہٖ بِحَیَاۃٍ
کُلُّ حَیٍّ مِنْھَا لَہُ اسْتِمْلَاءُ [۶۸]

(آپ اپنی قبر میں سراپا زندگی کے ساتھ حیات ہیں اور ہر زندہ اسی زندگی سے بھیک مانگتا ہے)

ایک مسلسل رواں دواں انداز ہے کہ عظمت کے ہر حوالے سے استمداد طلب کر رہا ہے۔ پاک وجود' پاک ارحام سے منتقل ہوتا ہوا آ رہا ہے اور جہاں جہاں بھی ٹھہرا ہے' عظمت لٹاتا جا رہا ہے۔

وَ سَرٰی فِی الْجُدُوْدِ کَالرُّوْحِ سِرًّا
صَانَہُ الْاُمَّھَاتُ وَ الْاٰبَاءُ [۶۹]

(وہ وجود آباؤ اجداد میں روح کی طرف چلتا رہا' ماؤں اور باپوں نے اس کی خوب حفاظت کی)

ایک طویل سلسلۂ بیان سیرت کے مختلف واقعات کے حوالے سے جاری ہے۔ پھر معجزات' شمائل' حلیۂ مبارکہ کی دلفریب روداد اور پھر خصائص کا بیان ہے۔ استفہامیہ انداز اور تکرارِ کلمات نے رُوح پرور سماں باندھا ہے۔ آخر میں توسّل واستغاثہ ہے جو علامہؒ کا مرغوب موضوع ہے۔ خاندان کے ایک فرد کے نام سے توسّل نے لفظوں کو جذبوں کی زبان عطا کر دی ہے۔ پہلا شعر ہی کس قدر وجد آفریں ہے۔

سَیِّدِیْ یَا اَبَا الْبَتُوْلِ سُؤَالٌ
مِنْ فَقِیْرٍ جَوَابُہُ الْاِ عَطَاءُ [۷۰]

(اے آقا' بتول زہراؓ کے بابا جان' فقیر کا ایک سوال ہے جس کا جواب کرم و عطا ہی ہے)

علامہ نبہانیؒ نے قصیدہ کے آخر میں امام بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ' حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ اور حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو شفیع بنایا ہے کہ انہیں ان کی اقتدا پر ناز ہے۔ بیان میں لفظی گلکاریاں بھی ہیں اور معنوی آتش فشانیاں بھی۔ چند شعر ایضاحِ مطلوب کے لیے حاضر ہیں؛

سَیِّدَ الْعَالَمِیْنَ یَا بَحْرَ جُوْدٍ
قَطْرَۃٌ مِنْ سَحَائِبِ الْاَ سْخِیَاءُ
ھٰذِہٖ طَیْبَۃٌ بِمَدْحِکَ قَدْ طَا
لَتْ وَ طَابَ الْاِنْشَادُ وَ الْاِنْشَاءُ
سِرْتُ فِیْھَا بِاِثْرِ شَیْخٍ اِمَامٍ
قَدْ اَقَرَّتْ بِسَبْقِہِ الشُّعَرَاءُ
وَ اِذَا لَمْ اَکُنْ بِمَدْحِکَ حَسَّا
نَا فَھٰذِیْ قَصِیْدَتِیْ حَسْنَاءُ
لَوْ رَاٰھَا کَعْبٌ لَقَالَ سُعَادُ
اَمَۃٌ مِنْ اِمَائِھَا سَوْدَاءُ [۷۱]
مَثَلِیْ فِیْکَ فِیْ مَدِیْحِیْ کَمَا لَوْ

وَصَفَ الْعَرْشَ ذَرَّةٌ عَمْشَاءُ ؎

أَنْتَ شَمْسٌ وَ فِي سَنَا كَ ظُهُورِي

غَيْرُ مُسْتَغْرَبٍ لِأَنِّي هَبَاءُ

كَمْ فَقِيرٍ بِلَحْظَةٍ مِنْكَ أَضْحَى

عَنْ جَمِيْعِ الْوَرَى لَهُ اسْتِغْنَاءُ

قَدْ أَجَزْتَ الْمُدَّاحَ قَبْلِيْ فَكَانَتْ

سُنَّةً وَ اقْتَدَى بِكَ الْكُرَمَاءُ ؎

(اے سب جہانوں کے سردار اور اے جودو کرم کے بحرِ بے کراں! تمام سخی آپ کی سخاوت کا ایک قطرہ ہی تو ہیں' یہ طیبہ قصیدہ آپ کی مدح میں طویل ہو گیا' شعرو انشا پاکیزہ تر ہو گئے۔ اس قصیدہ میں میں اُس امامِ محترم (یعنی امام بو صیریؒ) کے نقشِ قدم پر چلا جس کی پیش روی کو سب شعرا تسلیم کر چکے ہیں۔ جبکہ میں آپؐ کی مدح میں حسان نہ بن سکا' یہ بھی کہ حسین تر نہ ہو سکا تو یہ خوبصورت قصیدہ حاضر ہے۔ اگر اس قصیدہ کو حضرت کعبؓ دیکھتے تو ضرور کہتے کہ سُعاد اس کی لونڈیوں میں سے ایک سیاہ فام لونڈی ہے۔ آپ کی مدح نگاری میں میری مثال یوں ہے جیسا کہ کم نظر ذرہ یا چیونٹی عرش کے اوصاف بیان کرے۔ آپ سورج ہیں اور آپ کے نور میں میرا ظہور ہے جو غروب ہونے والا نہیں کہ میں تو ایک ذرۂ غبار ہوں' ایسا غبار جو سورج کی شعاع ہی میں نظر آتا ہے۔ کتنے فقیر ہیں جو آپؐ کی نظرِ کرم سے تمام مخلوق سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔ آپؐ نے مجھ سے پہلے بھی مدّاحین کو نوازا ہے' یہ آپؐ کا طریقہ ہے اور اس میں صاحبِ بخشش لوگوں نے آپ ہی کی اقتدا کی ہے)

الغرض یہ قصیدۂ ہمزیہ علامہ نبہانیؒ کا ایک قابلِ فخر کارنامہ ہے' لفظوں کی آبشار ہے جو قلب و دماغ پر دستک دیتی ہے اور کانوں میں رس گھولتی ہے۔ قاری سیرتِ مطہرہ کے مختلف گوشوں سے آگاہ بھی ہوتا ہے جو عصرِ حاضر کی ضرورت اور پسند ہے اور لفظوں میں گُھلے ہوئے جذبوں سے صیانتِ عقیدہ کے عمل سے بھی گزرتا ہے اور وارفتگی کی حالت میں علامہ نبہانیؒ کے جذبوں کا ہم رکاب بھی ہو جاتا ہے۔ یہ قصیدہ

واقعات اور جذبات کا حسین مجموعہ ہے جس کی شیرینی مدت تک محسوس ہوتی رہے گی۔ اس قصیدے سے علّامہ نبہانیؒ کی معلومات کی وسعت کا بھی اندازہ ہوتا ہے' شعری صلاحیت کا بھی اور حاضریٔ دربار کے آداب کا بھی۔

قصیدۃ سعادۃ المعاد حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کے قصیدہ بانت سُعاد کا معارضہ ہے' تشبیب کے اشعار میں محبوبہ وادیٔ مدینہ ہے جسے وہ عذراء کہہ کر توریہ کرتے ہیں کہ اس کا معنی دوشیزہ بھی ہے اور یہ مدینۂ منورہ کا ایک اسم بھی ہے۔ لوگ دوشیزاؤں سے نسبت دے کر حُسنِ تغزّل کی بات کرتے ہیں تو علامہ نبہانی وادیٔ رحمت کے ترانے گاتے ہیں۔

كُلُّ الْمَحَاسِنِ جُزْءٌ مِنْ مَحَاسِنِهَا

إِجْمَالُهَا بِجَمَالِ الْكَوْنِ تَفْصِيلُ

لَمَا سُعَادُ إِذَا قِسْتَ بِبَهْجَتِهَا

وَكُلُّ أَمْثَالِهَا إِلَّا تَمَاثِيلُ ؎

(ہر حسن مدینۂ منورہ کے محاسن سے لیا ہوا ہے۔ یہ اجمال ہے کہ جس کی تمام کائنات تفصیل ہے۔

سُعاد ہی نہیں جبکہ اسے اس کے حسن پر قیاس کیا جائے بلکہ اس جیسی تمام محبوبائیں صرف تماثیل ہیں)

نواحِ مدینہ کے زمزمے متعدّد اشعار تک پھیلے ہوئے ہیں۔ وارفتگی کا یہ عالم ہے کہ اس مکان سے مکین کی یاد آنے لگتی ہے تو مدح سرائی کا چشمہ ابل پڑتا ہے' کائنات کا ذرہ ذرہ جھومتا ہے اور حُسنِ عالمتاب کی عظمت کا نشان ہے۔ اسی روانی میں معجزات کے تذکرے جو ذہن کو گرفت میں لے لیتے ہیں' شروع ہو جاتے ہیں۔

حسن و رعنائی کی داستان میں شاعر اپنے عجزِ کلام کا اعتراف کرتے ہوئے پکارتا ہے:

لَا يَعْلَمُ النَّاسُ فِي الدُّنْيَا حَقِيْقَتَهُ

فَالْعَقْلُ عَنْهَا بِحَبْلِ الْعَجْزِ مَعْقُولُ

وَفِی الْقِیَامَۃِ تَبْلُوْ شَمْسُ رُتْبَتِہٖ
کَاَنَّھَا فَوْقَ ھَامِ الْخَلْقِ اِکْلِیْلُ [۷۵]

(دنیا میں لوگ اُن کی حقیقت کو نہیں جان سکے کہ عقل اس بلندیٔ مرتبہ کے ادراک سے عاجزی کے بندھن کی اسیر ہے' ان کے مراتب کا آفتاب تو قیامت میں طلوع ہو گا یوں جیسے کہ لوگوں کے سروں پر تاج ہو)

علامہ نبہانیؒ کے کلام میں عصری تقاضوں کی بازگشت بھی بڑی واضح ہے' غیروں کے ظلم و ستم اور اپنوں کی بے وفائی کا ذکر بھی ان کے کلام میں بہت نمایاں ہے۔ ہمزیہ میں دینِ مبین پر ظالموں اور منافقوں کی یلغار پر سراپا دُعا بن کر عرض کرتے ہیں:

عَادَ فِیْہِ الدِّیْنُ الْمُبِیْنُ کَمَا قُلْتَ غَرِیْبًا وَ اَھْلُہٗ غُرَبَاءُ
فَتَدَارَکْہُ قَبْلَ اَنْ تَخْطُرَ الْاَ خْطَارُ فَالْیَوْمَ مَسَّہُ الْاِعْیَاءُ
کَمْ اَبُوْ جَھْلٍ اسْتَطَالَ عَلَی الدِّیْنِ وَ کَمْ ذَا اَزْرَتْ بِہِ الْجُھَلَاءُ
وَ لَکَمْ فِیْ ثِیَابِ ابْنُ سَلُوْلٍ شَاکَہٗ مِنْ نِفَاقِہٖ سُلَّاءُ [۷۶]

(اِس دور میں دینِ مبین ویسے ہی ہو گیا جیسا کہ آپؐ نے کہا تھا کہ وہ غریب ہو جائے گا اور دین دار اجنبی بن جائیں گے۔ آپ اس کا تدارک فرمائیں' قبل اس کے خطرات منڈلانے لگیں کہ آج دین کو درماندگی لاحق ہو گئی ہے۔ کتنے ابوجہل ہیں جنہوں نے دین پر ظلم کیا اور کتنے ہیں جن کی وجہ سے جاہل لوگ مصائب کا شکار ہوئے اور کتنے ابنِ سلول یعنی عبداللہ بن سلول رئیس المنافقین کے لبادے میں ہیں کہ ان کی منافقت کے کانٹوں نے دین کو زخمی کر رکھا ہے)

اسی طرح **سعادۃ المعاد** میں زمانے کا ماتم بڑا پُر تاثیر اور زُود اثر ہے جس پر وہ پناہِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دُہائی دیتے ہیں:

اَشْکُوْ اِلَیْکَ زَمَانِیْ شَاکِرًا نِعَمًا

مَا عِنْدَ مِثْلِیْ بِاِذْنِ اللّٰہِ تَسْھِیْلُ
فَقَدْ بُلِیْتُ بِعَصْرٍ کُلُّہٗ فِتَنٌ
فِیْہِ اَخُو الْحَقِّ مَغْلُوْبٌ وَ مَغْلُوْلُ
اَلدِّیْنُ فِیْہِ بِحُکْمِ الْجَمْرِ قَابِضُہٗ
بِنَارِ کُثْبَاہُ ۔ بَیْنَ النَّاسِ مَشْعُوْلُ [۷۷]

(شاکرِ نعمت ہوتے ہوئے بھی مَیں آپ سے اپنے زمانے کا شکوہ کرتا ہوں' مجھ ایسے کے ہاں تو باذن اللہ کوئی سہولت و بندگی کا سامان نہیں' میں تو ایسے زمانے کا نخچیر ہوا ہوں جو سراپا فتن ہے۔ اس میں صاحبِ حق مغلوب ہے اور غیر کا اسیر ہے' دین پر قابض تو شعلوں کی زبان میں قبضہ کر رہے ہیں اور لوگوں کے درمیان دنیا کی آگ بھڑکائی جا رہی ہے) آخر میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے معارضت پر معذرت مگر بخشش و عطا کی التجا ہے۔

علامہ نبہانیؒ کا **قصیدہ "الوعدالحق"** تو اُن کے شدتِ جذبات کا عکاس ہے۔ وہ خود ہی اسے **القصیدۃ الفریدۃ** کہتے ہیں۔اسی پر ان کے خلاف ایک ہنگامہ بپا ہوا تھا۔ یہی ان کے مزاج کا ترجمان ہے۔ تشبیب کے ضمن میں شاعر کا اضطرار ملاحظہ ہو:

لَمَّا رَکْبُ الْحِجَازِ فَدَتْکَ نَفْسِیْ
تَحَمَّلْ مَا یَخِفُّ عَلَیْکَ حَمْلَا
مَتٰی جُزْتَ النَّقَا وَ رُبُوْعَ سَلْعٍ
وَ جِئْتَ اَعَزَّ اَرْضِ اللّٰہِ اَھْلَا
فَبَادِرْ بِالسُّجُوْدِ عَلٰی ثَرَاھَا
وَاَدِّ بِلَثْمِہٖ فَرْضًا وَ نَفْلَا
وَ بَلِّغْ طَیْبَۃَ وَ السَّا کِنِیْھَا
رَسَائِلَ مِنْ مَلِیْءٍ الشَّوْقِ تُمْلٰی

كُنْتُ فِى الْحَالِ لِلْحِجَازِ اَطِيْرُ
سَيِّدُ الْخَلْقِ صَفْوَةُ الْحَقِّ شَمْسُ
الْاُفُقِ اُفْقِ الْهُدٰى الْبَشِيْرُ النَّذِيْرُ ۸۱

نُقَبِّلُ اَرْضًا مَسَّهَا قَدَمُ الَّذِىْ
لَهٗ سُحِبَتْ فَوْقَ السَّمَاءِ ذُيُوْلُ
نَبِيُّ جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ مُحَمَّدٌ
نَعَمْ وَ لِكُلِّ الْمُرْسَلِيْنَ رَسُوْلُ
فَمَا كَانَ بَيْنَ الْخَلْقِ مِثْلٌ لِاَحْمَدَ
وَ لَيْسَ لَهٗ لِمَنْ يَكُوْنُ مِثْلُ ۸۲

(کاش، اگر میرے بازو بے بس نہ ہوتے تو میں فوری طور پر حجاز کی جانب پرواز کرتا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مخلوق کے سردار، حق کا انتخاب، آفاق کے آفتاب، ہدایت کے آفاق اور بشیر و نذیر ہیں۔ ہم اس سرزمین کو چومتے ہیں جس پر وہ قدم لگے ہیں جن قدموں والے کے دامن آسمان پر کشاں رہتے ہیں۔ وہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو سارے نبیوں کا نبیؐ ہے اور تمام رسولوں کا رسولؐ ہے۔ مخلوق میں احمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی مثل کوئی نہیں ہے اور نہ ان کی مثل ہو گا)

علامہ نبہانیؒ عصری حادثات اور واقعات سے متأثر ہو کر دین کے درد کا برملا اظہار کرتے ہیں:

اُنْظُرْ اِلٰى دِيْنِكَ الْمُبِيْنِ غَدَا
لِمِلَّةِ الْكُفْرِ فِى الْوَرٰى هَدَفَا
هَاهُمْ تَدَاعَوْا كَمَا اَنْبَئْتَ لَنَا
وَ نَحْنُ مَعْ كَثْرَةٍ بِنَا ضَعُفَا
فَكُنْ بِهٰذَا الزَّمَانِ فَا نَظِرٍ
لَنَا كَمَا كُنْتَ فِى الَّذِىْ سَلَفَا ۸۳

(اپنے دینِ مبین کے مستقبل پر نظر ڈالئے کہ وہ کفر کی ملّت کا تمام مخلوق میں نشانہ بنا ہوا ہے۔ وہ دیکھیے وہ ایک دوسرے کو پکار رہے ہیں جیسا کہ آپ نے واضح فرمایا تھا یعنی جمعیتِ کفر کو دینِ مبین کے خلاف اکٹھا کر رہے ہیں اور ہم دین والے کثرت کے باوجود کمزور ہیں۔ اس زمانے پر ویسے ہی نظر ڈالیے جیسا کہ آپ گزرے ہوئے ادوار میں نظرِ رحمت فرماتے رہے ہیں)

علامہ یوسف نبہانیؒ "النظم البدیع فی مولد الشفیع" (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے زیرِ عنوان میلاد نامہ بھی لکھا ہے۔ ۳۳ بند پر مشتمل یہ مخمس اس اہتمام سے رقم ہوئی ہے کہ میلاد کی محافل میں پڑھی جانے کے قابل ہے۔ ولادت سے قبل اور بعد کے واقعات، احادیث و سیَر کی کتابوں کے حوالے سے نہایت مہارت اور محبّت و عقیدت سے سلسلہ وار روایت ہوئے ہیں کہ یہ سیرت نگاری بھی ہے اور مدح نگاری بھی۔ اس لیے کہ مدحِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وسعت بے پایاں ہے، آپ کی شخصیت کا ہر پہلو، سیرتِ مطہّرہ کا ہر گوشہ اور پیغمبرانہ عظمت کا ہر رُخ اس میں سمویا گیا ہے۔ کہیں آپ کے حُسن و جمال کا تذکرہ ہے تو کہیں اخلاق و عادات کا، ایک کے ہاں ذات کے حوالے سے متعلقات کے ادراک کی خواہش ہے تو دوسرا متعلقات کے راستے ذاتِ اقدس تک رسائی کے لیے بے چین ہے۔ بعض کے ہاں تأثر پسندی کی انفعالیت ہے اس لیے وہ سیرتِ مبارکہ کو الفاظ کا پیراہن مہیا کر رہا ہے تو بعض کے ہاں اپنے داعیات و محرکات کی فعّالیت ہے اور وہ اپنی ذات کے حوالوں سے التجاؤں اور تمناؤں کی دنیا بسائے ہوئے ہیں۔ مدح نگاری کا معروضی عُنصر سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تذکار یعنی آپ کی حیاتِ ظاہرہ کا بیان ہے۔ سیرت کے واقعات میں مدّاحین کے نزدیک سب سے زیادہ توجّہ کا مستحق ولادت کا واقعہ ہے۔ پیدائش سے قبل کے حالات، پیش گوئیاں، آثارِ رحمت، عجائب کا ظہور، جناب آمنہ رضی اللہ عنہا سے بعض خوارق کی حکایت اور اسی قسم کے دیگر واقعات جن سے نومولود کی عظمت اور شرافت کا اظہار ہوتا تھا، مدح نگاروں کی توجّہ کا مرکز ہیں۔

محافل کا انعقاد ہونے لگا تو اظہارِ تشکّر و عقیدت کے لیے واقعاتِ سیرت دُہرائے جانے لگے، ولادت کی مناسبت سے قصائد کہے گئے، مولدُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مستقل تصانیف معرضِ وجود میں آئیں جن میں مقفّٰی نثر ہوتی اور برمحل اشعار سے انہیں دو آتشہ کیا جاتا ہے۔ ایسے موالید کی کثیر تعداد دارالکتب المصریہ اور دیگر کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ علامہ نبہانی کی "النظم البدیع" ایسی ہی کوشش ہے کہ شاعر واقعات کی روایت بھی کر رہا ہے اور چشمِ تصوّر سے حاضرِ دربار بھی ہے۔ واقعہ تاریخ کا ورق نہیں رہا، ورقِ دل کی حکایت بن گیا ہے۔ الفاظ کا جلال، موضوع کا جمال اور شاعر کا شعری کمال یوں پیوست ہو گئے ہیں کہ نظم اپنے مظاہر میں بدیع بھی ہے اور شاعر کے لیے مجسّم شفیع بھی، ملاحظہ کیجیے:

وَ لَم یزل نُورُ النَّبیِّ الاکمَلُ
مِنْ سَیِّدٍ لِسَیِّدٍ مُنتَقِلُ
کَانَّہٗ فَوقَ الجَبِینِ مَشعَلُ
یَراہ مَنْ یَعقِلُ مَنْ لَا یَعقِلُ
کَکَوکَبٍ قَدْ حلّ برجَ سعد ۸۴
فی لَیلۃ الاثنین لا ثنی عشرا
قُبیلَ فجرٍ مِن ربیع ظهرا
فاشرق الکونُ به اذا اسفرا
و اخجل الشمس ولاق القمرا
و البدر قد حکمه فی المهد ۸۵
یا ربّنا بجاهه لدیکا
اخا توسلنا به الیکا
معتصلین ربّنا علیکا
و طالبین الخیرَ من یدیکا

فاءَ لهم الکلَّ سبلَ الرُّشدِ ۸۶

(نبیٔ اکرم و اکمل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نورِ مبارک ایک محترم وجود سے دوسرے محترم وجود میں منتقل ہوتا رہا۔ یوں وہ نور چمک رہا تھا جیسے پیشانیوں پر مشعل روشن ہو جسے ہر سمجھ دار اور بے سمجھ دیکھ لیتا تھا کہ یہ وہ کوکب ہے جو بُرجِ سعد میں اتر آیا ہے)

(پیر کی رات بارہ ربیع الاول فجر سے کچھ پہلے وہ نور ظاہر ہوا، جب وہ نور چمکا تو کائنات روشن ہو گئی اور سورج اور چاند کو اس نے شرمندہ کر دیا اور چودھویں کے چاند سے پنگھوڑے ہی میں ہم کلام ہوتا رہا)

(اے ہمارے پروردگار! اس نبیٔ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عظمت کے واسطے سے جو اُن کو تیرے ہاں حاصل ہے کہ ہم تجھ سے التجا کرتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! تجھ پر اعتماد رکھتے ہوئے اور تیرے ہاں سے خیر طلب کرتے ہیں کہ تو سب کو ہدایت کے راستے کی ہدایت دے)

دینِ اسلام اور اُمّتِ مرحومہ کی حالتِ زار علامہ نبہانیؒ کا خاص موضوع ہے۔ نظم ہو یا نثر، وہ موقع کی مناسبت سے نصیحت کرتے ہیں اور پروردگارِ عالم سے طلب گارِ اعانت ہوتے ہیں۔ اس مخمس میں بھی یہ انداز برقرار ہے، فرماتے ہیں:

یا ربّ و ارحم امّۃَ المختار
فی کُلّ عصرٍ وَ بِکُلّ دار
و اُحرسهُم من سلطۃ الاغیار
فی سائر البلاد والاقطار
فی کل غورٍ و بِکُلّ نجد
به استجب یا ربّنا دعواتنا
اٰمن به یا ربّنا روعاتنا
حسّن به یا ربّنا حالاتنا

و بدّل لنا بالحسن سیأ تنا

و نجنا من حسدٍ و حِقدِ ۸۷

(اے میرے رب! نبیٔ مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمّت پر رحم فرما' ہر دور اور ہر علاقے میں' اور انہیں دشمن کے غلبے سے محفوظ فرما' تمام شہروں اور اطراف میں' ہر نشیب اور ہر فراز میں)

(اے ہمارے رب اس نبیٔ مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے ہماری دعائیں قبول فرما' اور ان کے صدقے میں ہمیں خوف و ہراس سے محفوظ فرما' ان کے واسطے سے ہمارے حالات بہتر فرما اور ہمارے گناہ نیکیوں میں بدل دے اور ہم کو حسد اور کینے سے نجات دے)

الغرض علامہ نبہانیؒ کا ہر قصیدہ اور ہر نظم اُن کے جذبات کا مظہر اور مدح کے تمام ممکنہ مشتملات کا حامل ہے۔ آپ ایک پختہ مشق شاعر ہیں۔ آپ کے کلام میں ان کی دینی علوم پر دسترس اور عربی زبان و ادب پر عبور کی جھلک نمایاں ہے مگر حیرت یہ ہے کہ علماءِ دین میں شامل ہونے اور درس و تدریس سے شغف کے باوجود ان کا کلام مدرّسانہ نہیں ہے۔ ان کے اشعار میں تراکیب کا ایک بہتا ہوا دریا موجزن ہے۔ ان کی شاعری ایک محور کے گرد گھومتی ہے اور وہ محور و مرکز رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ با برکات ہے۔ ایک لمحے کو بھی وہ اس مرکزِ نگاہ سے تصرفِ التفات نہیں کرتے۔ مدح ان کی' دفاع اُن کے مقام و مرتبہ کا' حکایت ان کی سیرت کی اور توسّل ان کی ذات کا' غرضیکہ ہمہ پہلو ذاتِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جلوہ فگن ہے اور علامہ نبہانی مثلِ پروانہ بہر جانب رقصاں ہیں۔ ان گزارشات کو آپ کے ایک موشح پر ختم کیا جاتا ہے جو موشحاتِ اندلسیہ کے معارضہ میں کہا گیا تھا' دستِ طلب دراز ہے اور سائلِ دربار اپنا حالِ دل سنا کر رحم و کرم کی بھیک مانگ رہا ہے کہ یہی دربارِ عالی ہے اور سارا جہاں اس در کا سوالی ہے۔

یا أبا الزّهراءِ کُنْ لِیْ مُسْعِدًا

فلقد أوهیٰ زمانی جلدی

لستُ أبغی من سواک المددا

أنتَ من بین الوریٰ معتمدی

وَ علیٰ ضعفی اذا صالَ العدا

جاهک الأعظمُ أقوی عُددی

أنا ان أسلمتنی لن أسلما

فعدانی کلُّ ذئبٍ أطلسِ

أدرکَ أدرکنی ما دام الذّما

لا تدَعْ عنی مضغةَ المفترسِ ۸۸

(اے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے بابا جان! آپ میرے لیے سہارا بن جائیں کہ میرے اِس زمانے نے میری قوت کو کمزور کر دیا ہے۔ میں آپ کے سوا کسی اور سے مدد نہیں چاہتا' آپ ہی مخلوق کے درمیان میرا اعتماد اور سہارا ہیں۔ جب دشمن میری کمزوری پر حملہ آور ہوتا ہے تو آپ کی عظیم شان میرا مضبوط ترین سامانِ حفاظت ہوتی ہے۔ اگر آپ نے مجھے بے سہارا چھوڑ دیا تو میں نہ بچ سکوں گا کہ میرے دشمن کا ہر فرد خاکستری رنگ کا بھیڑیا ہے' پہنچیے مجھے پا لیجیے' جب تک بھی میری روح سلامت ہے مجھے کسی درندہ کا لقمہ بنا نہ رہنا دیجیے)

حوالہ جات

۱۔ جامع الترمذی۔ باب ماجاء فی الشکر لمن احسن الیک۔ ص ۲۵

۲۔ حوالہ مذکورہ

۳۔ صحیح مسلم۔ کتاب البر والصلۃ والادب۔ باب اذا اثنی علی الصالح فھو بشری۔ ص ۳۳۲

۴۔ صحیح بخاری۔ کتاب الشھادات باب مایکرہ من الاطناب فی المدح۔ ص ۳۶۹۔ و باب مایکرہ من التمادح۔ ص ۸۹۵

۵۔ صحیح مسلم۔ کتاب الزھد باب النھی عن المدح۔ ص ۴۴۳

۶۔ مولانا حالی، مسدس مدّ و جزرِ اسلام

۷۔ اقبال عظیم

۸۔ الملفوظ۔ مولانا احمد رضا خان بریلویؒ۔ حصۂ دوم۔ ص ۴

۹۔ سورہ الصف۔ ۶

۱۰۔ العمدہ لابن رشیق، الجزء الاول۔ ص ۱۵

۱۱۔ العقد الفرید لابن عبدربہ، الجزء الثالث۔ ص ۳۸۸

۱۲۔ الوافی بالوفیات للصفدی، فی ترجمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، یذکر من مدحہ۔ ص ۹۳، ۹۴

۱۳۔ معجم المؤلفین۔ عمر رضا کحالہ۔ الجزء الثالث عشر۔ ص ۲۷۵

۱۴۔ الاعلام لخیر الدین الزرکلی۔ المجلد الثامن۔ ص ۲۱۸

۱۵۔ فھرس الفھارس و الاثبات لعبد الحی بن عبد الکبیر الکتانی، الجزء الثانی۔ ص ۱۰۸

۱۶۔ الاعلام، المجلد الثامن۔ ص ۲۱۸ و معجم المؤلفین الجزء الثالث عشر۔ ص ۲۷۵

۱۷۔ فھرس الفھارس و الاثبات، الجزء الثانی۔ ص ۱۰۸۸

۱۸۔ معجم المؤلفین۔ الجزء الثالث عشر۔ ص ۲۷۶

۱۹۔ الاعلام المجلد الثامن۔ ص ۲۱۸

۲۰۔ معجم المؤلفین الجزء الثالث عشر۔ ص ۲۷۶

۲۱۔ الاعلام المجلد الثامن۔ ص ۲۱۸

۲۲۔ الدلالات الواضحات للنبھانی۔ ص ۱۳۹

۲۳۔ برکاتِ آلِ رسولؐ (اردو ترجمہ الشرف المؤبد لآلِ محمدؐ للنبھانی) ص ۱۲

۲۴۔ الدلالات الواضحات۔ ص ۱۳۹

۲۵۔ حوالۂ مذکورہ

۲۶۔ معجم المؤلفین الجزء الثالث الجز عشر۔ ص ۲۷۶

۲۷۔ فھرس الفھارس و الاثبات الجزء الثانی۔ ص ۱۰۸

۲۸۔ برکاتِ آلِ رسولؐ۔ ص ۱۰

۲۹۔ حیاتِ شیخ عبد الحق محدّث دہلویؒ۔ خلیق نظامی۔ ص ۸۵

۳۰۔ فھرس الفھارس و الاثبات الجزء الثانی۔ ص ۱۰۸

۳۱۔ سورہ الفتح۔ ۲۹

۳۲۔ فھرس الفھارس و الاثبات۔ الجزء الثانی۔ ص ۱۰۷

۳۳۔ الاعلام المجلد الثامن۔ ص ۲۱۸

۳۴۔ فھرس الفھارس و الاثبات الجزء الثانی۔ ص ۱۰۹، ۱۱۰

۳۵۔ معجم المؤلفین الجزء الثالث عشر۔ ص ۲۷۶

۳۶۔ المجموعۃ النبھانیۃ فی المدائح النبویۃ، الجزء الرابع۔ ص ۴۷۱

۳۷۔ حوالۂ مذکورہ۔ ص ۴۷۲

۳۸۔ حوالۂ مذکورہ۔ ص ۴۷۱

۳۹۔ حوالۂ مذکورہ۔ ص ۴۷۲

۴۰۔ الدلالات الواضحات۔ ص ۱۳۹

۴۱۔ فھرس الفھارس و الاثبات الجزء الثانی۔ ص ۱۰۹، ۱۱۰

۴۲۔ الاعلام، المجلد الثامن۔ ص ۲۱۸

۴۳۔ برکاتِ آلِ رسولؐ۔ ص ۱۳ تا ۱۶۔ جامع کراماتِ اولیاؒ (اردو ترجمہ)۔ ص ۵۸ تا ۶۵

۴۴۔ جامع کراماتِ اولیاؒ (اردو ترجمہ) ص ۶۳ تا ۶۵

۴۵۔ حوالۂ مذکورہ۔ ص ۷۶

۴۶۔ الاعلام، المجلد الثامن۔ ص ۲۱۸

۴۷۔ الطیب النغم فی مدحِ سیّد العرب و العجم۔ شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی۔ ص ۲۰، ۲۱

۴۸۔ فھرس الفھارس و الاثبات، الجزء الثانی۔ ص ۱۰۸

۴۹۔ قصیدہ، طیبۃ الغراء فی مدح سید الانبیاء۔ طبع ۱۳۷۱ ہجری ر ۱۹۵۲ء مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی و اولادہٗ مصر۔ الطبع الثانیہ۔ ص ۲

۵۰۔ المجموعۃ النبہانیۃ الجزء الاول۔ ص ۳۰۴

۵۱۔ المجموعۃ النبہانیہ الجزء الثالث۔ ص ۱۴۹ تا ۱۷۶۔ سعادۃ الدارین للنبہانی۔ ص ۷۱۵ تا ۷۲۰

۵۲۔ المجموعۃ النبہانیۃ الجزء الثالث۔ ص ۱۴۹

۵۳۔ حوالۂ مذکورہ۔ ص ۱۷۶

۵۴۔ سعادۃ الدارین، ضمیمہ۔ ص ۱ تا ۲۰

۵۵۔ غایۃ الامانی فی الرد علی النبہانی محمود شکری الآلوسی المجلد الاول۔ ص ۸، ۹

۵۶۔ المجموعۃ النبہانیۃ الجزء الرابع۔ ص ۳۵۳ تا ۳۵۷

۵۷۔ حوالۂ مذکورہ۔ ص ۳۴۹ تا ۳۵۶

۵۸۔ حوالۂ مذکورہ۔ ص ۳۵۶ تا ۳۶۳

۵۹۔ حوالۂ مذکورہ۔ ص ۳۶۳ تا ۳۶۷

۶۰۔ المجموعۃ النبہانیۃ الجزء الاول، دیباچہ۔ ص ۲۹

۶۱۔ المجموعۃ النبہانیۃ الجزء الثالث الجزءُ الثانی۔ ص ۴۰۶، ۴۰۷

۶۲۔ فہرس الفہارس و الاثبات۔ الجزء الثانی۔ ص ۱۰۷

۶۳۔ تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی۔ محمد میاں صدیقی۔ ص ۱۷۱، ۱۷۲

۶۴۔ المجموعۃ النبہانیۃ الجزء الاول۔ دیباچہ۔ ص ۳

۶۵۔ حوالۂ مذکورہ۔ ص ۷

۶۶۔ المجموعۃ النبہانیۃ الجزء الاول۔ ص ۲۰۸

۶۷۔ حوالۂ مذکورہ۔ ص ۲۰۹

۶۸۔ حوالۂ مذکورہ۔ ص ۲۱۰

۶۹۔ حوالۂ مذکورہ۔ ص ۲۱۵

۷۰۔ حوالۂ مذکورہ۔ ص ۲۷۷

۷۱۔ حوالۂ مذکورہ۔ ص ۲۸۲، ۲۸۳

۷۲۔ حوالۂ مذکورہ۔ ص ۲۸۴

۷۳۔ حوالۂ مذکورہ۔ ص ۲۸۶

۷۴۔ المجموعۃ النبہانیۃ الجزء الثالث۔ ص ۱۴۹

۷۵۔ حوالۂ مذکورہ۔ ص ۱۷۲

۷۶۔ المجموعۃ النبہانیۃ الجزء الاول۔ ص ۲۸۵، ۲۸۶

۷۷۔ المجموعۃ النبہانیۃ الجزء الثالث۔ ص ۱۷۳

۷۸۔ حوالۂ مذکورہ۔ ص ۳۰۸

۷۹۔ المجموعۃ النبہانیۃ الجزء الثالث۔ ص ۳۱۳، ۳۱۵

۸۰۔ حوالۂ مذکورہ۔ ص ۳۰۶

۸۱۔ المجموعۃ النبہانیۃ الجزء الثانی۔ ص ۲۳۸

۸۲۔ المجموعۃ النبہانیۃ الجزء الثالث۔ ص ۳۱۵، ۳۱۶

۸۳۔ المجموعۃ النبہانیۃ الجزء الثانی۔ ص ۴۰۱

۸۴۔ حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلینؐ للنبہانی۔ ص ۲۴۳

۸۵۔ حوالۂ مذکورہ۔ ص ۲۵۲

۸۶۔ حوالۂ مذکورہ۔ ص ۲۵۲

۸۷۔ حوالۂ مذکورہ۔ ص ۲۵۳

۸۸۔ المجموعۃ النبہانیۃ الجزء الرابع۔ ص ۳۵۵۔

صلی اللہ علیہ وسلم

أَحَبُّ لِي مِنْ كُلِّ مَنْ فَوْقَ الثَّرَى * عُرْبُ النَّقَا رُوحِي فِدَاعُرْبِ النَّقَا (۳)

وَخَيْرُ أَوْقَاتِ الْفَتَى فِي مَكَّةٍ * تَجْلِسُهُ فِي حِجْرِهَا أُمُّ الْقُرَى (۴)

وَأَطْيَبُ الْعَيْشِ لَنَا فِي طَيْبَةٍ * فِي ظِلِّ مَوْلَانَا النَّبِيِّ الْمُصْطَفَى

شَمْسِ الْهُدَى رُوحِ الْوُجُودِ أَحْمَدِ * مُحَمَّدٍ طٰهٰ الْأَمِينِ الْمُجْتَبَى

أَصْلِ وُجُودِ الْعَالَمِينَ كُلِّهِمْ * لَوْلَاهُ هٰذَا الْكَوْنُ مَا كَانَ بَدَا

ترجمہ:

۱۔ روئے زمین پر ہر ایک سے بڑھ کر مجھے نقا کے عرب زیادہ محبوب ہیں۔ میری جان قربان نقا کے عربوں پر۔

۲۔ نوجوان کے بہترین اوقات تو مکّہ میں گزرتے ہیں۔ اُمُّ القریٰ اسے اپنی گود (حطیم) میں بٹھاتی ہے۔

۳۔ اور ہماری بہترین زندگی تو ہمارے آقائے نبیٔ کریم محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زیرِ سایہ طیبہ میں گزرتی ہے۔

(طیبہ نہ سہی افضل، مکّہ ہی بڑا زاہد

ہم عشق کے بندے ہیں، کیوں بات بڑھائی ہے)

۴۔ آفتابِ ہدایت ہیں، جانِ کائنات ہیں، احمد ہیں، محمد ہیں، طٰہٰ ہیں، امین اور انتخاب ربِّ ذوالجلال ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

۵۔ تمام عالموں کے وجود کا اصل ہیں، اگر آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) نہ ہوتے، یہ کائنات بالکل نہ ہوتی۔

علامہ یوسف النبھانی علیہ الرحمہ ـــــ اور اُن کا ہمزیہ

طیبۃ الغرّاء فی مدحِ سیّد الانبیاء

تحریر: پروفیسر ضیاء المصطفیٰ قصوری

(گورنمنٹ ایف سی کالج، لاہور)

باعثِ تخلیقِ کائنات، سیّد العالمین جناب محمدِ مصطفیٰ علیہ الطیب التحیۃ والثناء کی سیرت لکھنا، آپ کے محامد و محاسن کا ذکر کرنا، ایک ایسی سعادت ہے جس سے انسانی زندگی کے دھارے پھوٹتے ہیں۔ یہ ایک عظیم کارنامہ ہے۔۔۔۔۔ بے مثال، ۔۔۔ بے نظیر۔ ایسا کرنا ربِّ ذوالجلال کی سُنّت ہے۔ اُس نے قرآن میں سیرت نہ صرف بیان کی ہے بلکہ اسے ضابطۂ زیست، دستورِ حیات اور بے مثال نمونہ قرار دے کر اپنانے کی تاکید کی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [1]

اہلِ علم و عرفان اور اصحابِ فکر و دانش کا ہمیشہ سے یہ معمول رہا ہے کہ انہوں نے ہادیٔ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت لکھنے اور آپ کے محامد و محاسن بیان کرنے کو حرزِ جاں بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف زبانوں میں آج تک بے شمار کتابیں لکھی گئیں، منثور بھی۔۔۔ منظوم بھی۔

جہاں اہلِ اسلام نے اپنے آقا علیہ السلام کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، وہاں دیگر اصحابِ علم و دانش، اس پیکرِ بے مثال کے کمالات و اوصاف کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے، آپ کی عظمتوں اور رفعتوں کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے اور سیرت لکھنے کی سعادت سے بہرہ اندوز ہونے کو اپنا کمال گردانا۔

سیرت لکھنے کی روایت نئی نہیں بلکہ قدیم سے چلی آ رہی ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم نے بارگاہِ رسالت مآبؐ میں نذرانۂ عقیدت و محبت پیش کر کے اس کی طرح ڈالی۔ یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اور قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ اِن شاء اللہ۔ یہ سیرت نثر میں بھی لکھی گئی۔۔۔۔۔ اور نظم میں بھی۔ صحابۂ کرامؓ کا ایسا کلام ملتا ہے جن میں سیرت کے جزوی پہلو بیان کیے گئے ہیں۔

منظوم سیرت نگاری

نثر میں سیرت لکھنا آسان ہے لیکن شعر میں سیرتِ طیبہ بیان کرنا محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ مدحیہ اشعار کہے جا سکتے ہیں' اوصاف و کمالات کا اظہار کیا جا سکتا ہے' شمائل و خصائل بیان کیے جا سکتے ہیں' معجزات و خوارق کو شعروں کی لڑی میں پرویا جا سکتا ہے لیکن پوری سیرت کو اشعار کے سانچے میں ڈھالنا حیرت انگیز حد تک مشکل کام ہے۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر تعجب انگیز بات یہ ہو گی کہ ایک ہی قافیہ میں یہ کام کر دکھایا جائے۔ بے شمار شعرا نے جنابِ سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح و ثنا میں تر زبانی کی۔۔۔۔ مختلف پیرائیوں میں' مختلف اسلوبوں میں۔۔۔۔ مختلف بحروں میں۔۔۔۔ مختلف قافیوں میں۔۔۔۔ دیوان لکھے گئے۔ مجموعے تیار ہوئے۔ جس جس انداز سے جو' جو کر سکا' کیا لیکن ادائیگیٔ حق سے ہر کسی نے عجز و اعتذار کا اعتراف کیا۔

منظوم سیرت نگاروں میں محمد بن ابراہیم الشہید[۲] متوفّٰی ۷۹۳ ہجری نمایاں نظر آتے ہیں۔ انہوں نے دس ہزار اشعار میں سیرت کی تمام جزئیات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ منظوم سیرت نگاروں میں شاید اتنی تعداد میں اور کسی نے اشعار نہیں کہے۔ لیکن ان کے ہاں اِس بات کی کہیں صراحت نہیں کہ انہوں نے ایک ہی قافیہ میں سیرت کے پہلو قلم بند کیے ہوں۔

حافظ زین الدین عراقی متوفّٰی ۸۰۶ ہجری نے ایک ہزار اشعار میں سیرت لکھنے کی

سعادت حاصل کی ہے۔ اسی مناسبت سے کتاب کا نام "الفیہ" رکھا ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ شہاب بن رسلان متوفی ۸۴۴ ہجری نے اس کی شرح لکھی۔ حافظ عراقی کے شاگرد ابن الحجر العسقلانی نے بھی شرح لکھنا شروع کی۔ خود مکمل نہ کر سکے' حافظ سخاوی نے تکمیل کی۔[۳] ان کے ہاں بھی اس بات کی کوئی تصریح نہیں کہ ایک قافیہ میں سیرت لکھی ہو۔

الشمس الباعونی الدمشقی متوفی ۸۷۱ ہجری نے مشہور سیرت نگار مغلطائی کی سیرت کو ایک ہزار اشعار سے زیادہ میں نظم کیا ہے۔ انہوں نے اس کا نام منحة اللبیب فی سیرة الحبیبؐ رکھا ہے۔[۴] ان کے ہاں بھی ایک ہی قافیہ میں لکھنے کی کوئی شہادت و صراحت نہیں ملتی۔

سلیمانیہ (یازمہ باغشلہ نمبر ۱۳۳۴/۴) میں ایک مخطوطہ ہے جو نسخ میں ہے۔ ۹۷' اشعار پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ پر ۱۳ سطریں ہیں۔ ابتدا ورق ۱۸/ب پر درج ذیل شعر سے ہوتی ہے:

الحمد للہ القدیم الباری
ثمّ صلاتہ علی المختار
و بعدھاک سیرۃ الرسول[۵]
منظومۃ موجزۃ الفصول

یہ سیرت انتہائی مختصر ہے جیسا کہ پہلے بند میں اس کا اظہار کیا گیا ہے۔ ابتدا اور خاتمہ کے اشعار سے یہ بات بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ سیرت کسی ایک قافیہ میں نہیں کہی گئی۔

تحقیق اور شعر گوئی

تحقیق اور شعر گوئی دو مختلف چیزیں ہیں۔ تحقیق میں تمام معلومات کو جمع کر کے'

ان کا تجزیہ کر کے نتائج اخذ کیے جاتے ہیں' جبکہ شعر میں ایسا نہیں ہوتا۔ شعر میں تخیلات کا بیان ہوتا ہے۔ عقیدت و محبت کے جذبات کا اظہار۔۔۔ کسی شخصیت یا ہستی کے اوصاف و کمالات کو بیان کیا جاتا ہے۔۔۔ سراپا کا نقشہ کھینچا جا سکتا ہے۔ اس لیے شعر میں تحقیق کی تمام تر جزئیات کو پیشِ نظر رکھنا آسان کام نہیں۔ ہاں' اشعار میں جزوی طور پر تحقیقی تقاضوں کو پورا کیا جا سکتا ہے' مکمل طور پر نہیں۔

علامہ نبہانیؒ کا کارنامہ

علامہ یوسف النبہانیؒ نے سیرتِ طیبہ نظم کی ہے۔ کافی حد تک جزئیات و واقعات کے ساتھ۔۔۔ یہ ان کا کارنامہ بھی ہے اور اعزاز بھی۔۔۔ عشق و محبت کا نذرانہ بھی ہے اور عقیدت کا خراج بھی۔۔۔ انہوں نے نظم میں سیرت بیان کی ہے' لیکن دیگر منظوم سیرت نگاروں میں ان کا امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے صرف ہمزیہ میں سیرت بیان کی ہے۔۔۔ اس طرح کا اہتمام کسی اور کے ہاں نہیں ملتا۔ اس لحاظ سے وہ اس سعادت میں منفرد و تنہا ہیں۔

علامہ نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیرتِ طیبہ کے اہم گوشے بیان کیے ہیں' مشہور واقعات کا ذکر کیا ہے' اختلافِ روایات کا ذکر ممکن نہ تھا اس لیے معروف روایات کو ہی اشعار میں جگہ دی ہے۔

اصحابِ ہمزیات

کسی ایک صنف کو پیشِ نظر رکھنا' اس کے تقاضوں کو پورا کرنا' ایک نازک اور مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ ایسا کام کر گزرنے والا اپنی لیاقت کا لوہا بھی منواتا ہے اور

تمام قافیوں میں خامہ فرسائی کی ہے۔ لیکن یہاں تمام تفاصیل کی گنجائش نہیں ہے اس لیے صرف ہمزیہ میں سیرت کے حوالے سے ذکر ہو گا۔

سیرت کے حوالے سے ہمزیہ میں خامہ فرسائی کرنے والی پہلی شخصیت شاعرِ دربارِ رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے کفار کو دندان شکن جواب ہمزیہ ہی میں دیا۔ ایک شعر ہے:

فَاِنَّ اَبِیْ وَ وَالِدَتِیْ وَ عِرْضِیْ
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِّنْکُمْ وِقَاءُ ؎

جنابِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سراپا اقدس کی بے مثالیت کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔

وَ اَحْسَنَ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ
وَ اَجْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ ؎

امام شرف الدین محمد بن سعید الابوصیریؒ متوفی ۶۹۶ھ

نے بھی ہمزیہ لکھا ہے۔ اس کا نام "اُمُّ القُرٰی فی مدح خیرُ الورٰی (صلی اللہ علیہ وسلم)" ہے۔ یہ ایک طویل مدحیہ قصیدہ ہے۔ ۴۵۵ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں جنابِ سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن' اوصاف و کمالات' شمائل و فضائل اور معجزات و معارف بیان کیے ہیں۔ کہیں کہیں سیرت کے پہلو بھی بیان ہوئے ہیں لیکن باقاعدہ تسلسل کے ساتھ سیرت نہیں ہے۔ ہمزیہ کا آغاز بھی اس طرح ہوتا ہے۔

كَيْفَ تَرْقٰى رُقِيَّكَ الْأَنْبِيَاءُ

يَا سَمَاءً مَا طَاوَلَتْهَا سَمَاءُ

(انبیا آپ کی رفعتوں تک کیسے رسائی پا سکتے ہیں۔ اے بلند و بالا ہستی! کوئی بلندی آپ تک نہیں پہنچ سکتی)

لَمْ يُسَاوُوكَ فِيْ عُلَاكَ وَ قَدْ حَا

لَ سَنًا مِنْكَ دُوْنَهُمْ وَ سَنَاءُ

(بلندیٔ کمال میں کوئی آپ سا ہمسر نہیں۔ آپ کی روشنی ان کے اور آپ کی رفعت کے درمیان حائل ہو گئی ہے)

اِنَّمَا مَثَّلُوْا صِفَاتِكَ لِلنَّا

سِ كَمَا مَثَّلَ النُّجُوْمَ الْمَاءُ [٨]

(انہوں نے لوگوں کے لیے آپ کی صفات کی مثالیں بیان کی ہیں جس طرح پانی ستاروں میں آئینہ دکھاتا ہے)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ بیان کرنے کے بعد، ولادت با سعادت کا بیان ہے۔ طلوعِ صبحِ سعادت کے وقت رُونما ہونے والے معجزات کا بھی ذکر کیا ہے۔ ازاں بعد تمام قصیدے میں سیرت کے بہت سے گوشوں کا تذکرہ ہے لیکن باقاعدہ سیرت نہیں ہے۔ ایک حد تک تسلسل کا عُنصر ضرور ہے، تاہم اسے مدحیہ قصیدہ ہی کہا جائے گا، منظوم سیرت شمار نہیں کیا جا سکتا ہے۔

ہمزیہ قصیدہ لکھنے والوں میں امام جمال الدین ابوزکریا یحییٰ بن یُوسُف الصرصری العراقی الضریر کا نام بھی آتا ہے۔ امام موصوف کو صرصر میں ٦٥٦ ہجری میں تاتاریوں نے شہید کر دیا تھا[٩]۔ ہمزیہ میں آپ کے ٨١ (اکیاسی) اشعار ہیں۔ خوابوں اور خیالوں میں یادوں کی دنیا بسائی ہے۔ اسی سے آغاز کیا ہے۔

وَاصَلَتْنَا بِطَيْفِهَا أَسْمَاءُ

حِيْنَ أَرْخَتْ سُتُوْرَهَا الظَّلْمَاءُ

(جب رات کی تاریکیوں نے اپنے پردے تان لیے ......تو خواب میں ان کی یادوں نے آ لیا)

چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

أَنْتَ رُوْحٌ اِذَا حَلَلْتَ بِقَلْبِيْ

وَ لِعَيْنِيْ رَوْضَةٌ غَنَّاءُ [١٠]

(آپ اگر میرے دل میں جلوہ فرما ہوں تو آپ روح ہیں اور میری آنکھ کے لیے ایک گلشنِ شاداب)

مُصْطَفَى اللّٰهِ ذِي الْجَلَالِ مِنَ الْخَلْقِ

نَبِيٌّ لَهٗ عَلَيْنَا الْوَلَاءُ [١١]

(مخلوق میں اللہ جلّ شانہٗ کا انتخاب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ ہی کی ہم پر سرداری و سیادت ہے)

يُخْجِلُ الْبَدْرَ لَيْلَةَ التِّمِّ اِمَّا

ضَمَّ عِطْفَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ [١٢]

(آپ کا سرخ حُلّہ پہننا رات کی تاریکی میں چودھویں کے چاند کو بھی شرما دیتا ہے)

امام عبدالرحیم البرعی الیمنی پانچویں ہجری کے بزرگ ہیں[١٣]۔ ہمزیہ میں حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ثنا خوانی میں رطب اللّسان ہیں۔ علامہ نبہانیؒ نے ان کے دیوان اور مخطوطہ سے اس کی تصحیح کی ہے۔ چھوٹی بحر میں بڑی عمدگی سے جناب رسالت مآب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اشعار کی تعداد ٨٩ ہے۔

امام جمال الدین محمد بن نباتہ المصریؒ[١٤] نے بھی ہمزیہ میں خامہ فرسائی کی ہے۔ ساتویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ اشعار کی تعداد ٨٠ (اسّی) ہے۔ چھوٹی بحر میں بڑے عمدہ شعر کہے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

وَ اِنَّ مُحَمَّدًا لَحَبِيْبُ اِنْسٍ

وَ جِنٌّ هُمْ لِنَعْلَيْهِ فِدَاءُ [15]

(جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنّ و انس کے محبوب ہیں اور وہ سارے کے سارے آپ کے نعلین پر نثار ہوا چاہتے ہیں)

صَفِيَّ اللّٰهِ يَا أَزْكَى الْبَرَايَا
بِحُبِّكَ مِنْ عَقَائِدِنَا الصَّفَاءُ [16]

(آپ اللہ کے صفی ہیں اور مخلوق کی پاکیزہ ترین ہستی ہیں۔ آپ کی محبت سے ہمارے عقیدوں میں صفائی اور درستی ہے)

شہاب محمود الحلبی شام سے تعلّق رکھتے ہیں۔ آٹھویں صدی کے بزرگ ہیں۔ ۷۲۵ھ میں وصال ہوا۔ ہمزیہ میں اشعار کی تعداد چونسٹھ ہے۔[17]

شیخ برہان الدین ابو اسحاق ابراہیم القیراطی المصری متوفی ۷۸۱ھ نے بھی ہمزیہ میں اشعار کہے ہیں۔ یہ اشعار انہوں نے اس وقت کہے جب وہ مکہ مکرمہ کی مجاورت میں تھے۔ علامہ یوسف النبہانیؒ نے اس کی تین نسخوں سے صحت کی ہے۔ اشعار کی تعداد ۲۵۵ ہے۔[18] ۲۵۵ اشعار میں بہت سے مضامین بند کیے ہیں۔ میلاد و معراج اور کمالات و معجزات تمام کا بیان ہے۔

وَظَلَامُ الضَّلَالِ طَالَتْ لَيَالٍ
مِنْهُ سُودٌ مَا آذَنَتْ بِانْجِلَاءِ
ثُمَّ لَمَّا نَجَتْ لَنَا فِي رَبِيعٍ
قَمَرُ الصَّيْفِ فِي لَيَالِي الشِّتَاءِ
أَيُّهَا الْمُصْطَفَى عَلَاؤُكَ أَضْحَى
فَاسْتِوَاءً عَلَى الْعُلَا وَاحْتِوَاءِ
ثُمَّ لَمَّا وُلِدْتَ أَصْبَحَ كِسْرَى
فَانْكِسَارٌ أَلْقَاهُ فِي غَمَّاءِ
وَ مُحَيَّاهُ مُخْجِلُ الْبَدْرِ فِي التَّمِّ

وَ تَخْفَى شَمْسُ الضُّحَى فِي الضَّحَاءِ
فَعَلَى الْبَدْرِ صُفْرَةٌ مِنْ خُشُوعٍ
وَ عَلَى الشَّمْسِ حُمْرَةٌ مِنْ حَيَاءٍ [19]

التجا کا ایک انداز ملاحظہ ہو۔

يَا رَسُولَ الْإِلٰهِ يَا سَيِّدَ الرُّسْلِ
إِلَى بَابِكَ الرَّحِيبِ الْتِجَائِي
يَا رَسُولَ الْإِلٰهِ حُبُّكَ ذُخْرِي
حِينَ تَفْنَى ذَخَائِرُ الْأَتْقِيَاءِ [20]

شمس الدین النواجی متوفی ۸۵۹ ہجری نے ہمزیہ میں ۷۶ اشعار کہے ہیں۔ علامہ نبہانیؒ نے یہ قصیدہ اُن کے دیوان "المطالع الشمسیۃ فی المدائح النبویۃ" سے نقل کیا ہے۔ دیوان مذکور اور دیگر چار نسخوں سے اس کی صحت بھی کی ہے۔[21]

ابو زبیر ابو عبداللہ بن زمرک الغرناطی‘ لسان الدین بن الخطیب کے تلمیذ ہیں‘ انہوں نے حضور سرورِ کائنات‘ فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت کے سلسلے میں یہ ہمزیہ قصیدہ ۷۶۷ھ میں کہا۔ اس کی صحت بھی علامہ نے نفح الطیب کے دو نسخوں سے کی ہے۔[22] یہ قصیدہ ۴۸‘ اشعار پر مشتمل ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر العسقلانی متوفی ۸۵۳ھ کا قصیدۂ ہمزیہ چھیالیس اشعار پر مشتمل ہے۔ علامہ نبہانیؒ نے ان کے ایک قدیمی مخطوط کے صحیح ترین نسخہ سے اس کی تصحیح کی ہے۔[23]

الشہاب المنصوری متوفی ۸۸۷ھ نے ہمزیہ میں ۴۳‘ اشعار کہے ہیں۔ علامہ موصوفؒ نے ان کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ میں نے قسطنطنیہ میں جامع ایا صوفیا کی لائبریری میں موجود ایک قلمی نسخہ سے نقل کیے ہیں۔[24]

الشیخ عبدالعزیز علی الزمزمی المکی متوفی ۹۶۳ (یہ عبدالعزیز الزمزمی کے دادا ہیں جو ابن حجر الہیتمی کے نواسے ہیں) نے ۲۶۵‘ اشعار میں ہمزیہ قصیدہ کہا ہے اور اس کا نام

"الفتح المبین فی مدح شفیع المذ نبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" ہے۔ علامہ موصوفؒ نے اس کی دیگر دو نسخوں سے صحت کا اہتمام کیا ہے۔ [۲۵]

امیر الشعراء شوقی نے بھی "الھمزیۃ النبویہ" کے عنوان سے مدحیہ قصیدہ لکھا۔ جس میں دلائلِ نبوت اور اوصاف و کمالات کا بیان ہے۔ [۲۶] مذکورہ بالا تمام اصحابِ فضل و علم جنھوں نے اپنے اپنے انداز میں سرورِ کون و مکاں سیدِ اِنس و جاں نبیٔ مکرم جناب محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و توصیف کو حرزِ جاں بنایا ہے' اپنے اپنے انداز میں' اپنے اپنے اسلوب میں--- ہدیۂ عقیدت پیش کیا ہے---- خراجِ محبت پیش کیا ہے۔ یہ تمام کے تمام قصائد ہمزیہ میں کہے گئے ہیں۔ اشعار کی تعداد بھی خاصی زیادہ ہے۔ یہ اپنی جگہ پر ایک عظیم کام ہے جو انھوں نے انجام دیا ہے۔ ان میں جُزوی طور پر سیرت کے پہلو مذکور ہیں۔ تسلسل سے نہیں' مضامین میں میلاد بھی ہے اور معراج بھی' جمالِ رُخِ جہاں آرا کی نُور افشانیاں بھی ہیں اور زلف ہائے مُعنبر کی عطر بیزیاں بھی' غزوات کے اشارے بھی ہیں اور معجزات و کمالات کا بیان بھی---- التجائیں بھی ہیں اور زاریاں بھی---- ہجر و وصل کے تذکرے بھی ہیں--- سلاموں کی ڈالیاں بھی اور درودوں کے تحفے بھی پیش کیے گئے ہیں۔ جزوی سیرت کے عناصر موجود ہیں---- لیکن تسلسل مفقود ہے۔

علامہ موصوفؒ نے نہ صرف ان تمام کو جمع کیا ہے بلکہ مختلف مخطوطوں اور نسخوں سے ان کی تصحیح کا پورا پورا اہتمام بھی کیا ہے۔

منظوم سیرت نگاروں میں علامہ یُوسف النبھانیؒ کا امتیاز اُن کا طویل ترین قصیدہ ہمزیہ "طیبۃ الغراء فی مدح سید الانبیاء (علیہ التحیۃ والثنا)" ہے۔ یہ قصیدہ ایک ہزار ایک اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں جنابِ سرورِ کائنات علیہ اطیب التحیات کی سیرتِ طیبہ کو پورے اہتمام کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور وہ بھی صرف ہمزہ کے قافیہ میں۔ کلام بدیہانہ ہے' آمد ہی آمد ہے' آورد کا تصور نہیں۔ اتنے طویل تر ہمزیہ میں کہیں تنافُر کا عمل دخل نہیں۔ کلام میں فصاحت بھی ہے اور بلاغت بھی۔ ذیل میں

ہمزیہ کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

اس کا نام بھی موصوف نے ہمزیہ میں ہی رکھا ہے جبکہ باقی منظوم سیرت نگاروں کے ہاں یہ اہتمام نہیں ہے۔ دوسروں کے ہاں اشعار کی تعداد اگرچہ زیادہ بھی ہے اور سیرت کی تمام جزئیات کا احاطہ بھی ہے لیکن وہ ہمزیہ میں نہیں ہیں۔ محمد بن ابراہیم الشہید نے دس ہزار اشعار پر تفصیلاً سیرت کے پہلوؤں پر خامہ فرسائی کی ہے لیکن قافیہ مختلف ہیں۔ دس ہزار اشعار پر مشتمل سیرت ان کا ایک عظیم کارنامہ ہے جس میں وہ ابھی تک اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ کیوں کہ دیگر سیرت نگاروں کے اشعار کی تعداد ان سے بہت کم ہے۔ حافظ زین الدین عراقی اور الشمس الباعونی الدمشقی نے ایک ایک ہزار اشعار میں سیرت کے پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح علامہ نبہانیؒ بھی ایک ہزار اشعار پر مشتمل سیرت کے واقعات لکھنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے ہیں لیکن ان کے تمام اشعار ہمزیہ میں ہی ہیں۔ یہ بہرحال ان کا عظیم کارنامہ ہے اور اِس صنفِ خاص میں ابھی تک وہ تنہا ہی نظر آتے ہیں۔ علامہؒ کے ہاں یہ اہتمام بھی نظر آتا ہے کہ قافیہ میں تکرار بہت کم اشعار میں ہے۔

علامہ نبہانیؒ نے ایک تمہید سے آغاز کیا ہے۔ اس میں یہ بتایا ہے کہ اوّلین تخلیق جناب محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور ہے۔ باقی کائنات کی تخلیق اس نور کی ایک جھلک ہے۔ اگر آپ جلوہ فرما نہ ہوتے تو ہونا ہی کچھ نہ تھا۔ آپ کے عُلوِ مرتبت' شمائل و خصائل اور التجائیں بھی ہیں۔ یہ بیان تفصیلی ہے اور ایک سو سترہ اشعار پر مشتمل ہے۔ اشعار اتنے عمدہ اور روح پرور ہیں کہ پڑھنے والے پر وارفتگی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور عالم بے خودی میں جھوم جھوم جاتا ہے۔ یہاں تمام اشعار لکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔ تاہم چند اشعار بطورِ نمونہ درج کیے جاتے ہیں' فرماتے ہیں:

نُوْرُکَ   الکُلُّ   وَالوَرٰی   اَجْزَاءُ
یَانَبِیًّا   مِنْ   جُنْدِہٖ   الاَنْبِیَاءُ

رُوحُ هٰذَا الْوُجُوْدِ أَنْتَ وَلَوْلَا

كَ لَمَا كَانَتْ فِيْ غَيْبِهَا الْاَشْيَاءُ

مُنْتَهَى الْفَضْلِ فِيْ الْعَوَالِمِ جَمْعًا

فَوْقَهُ مِنْ كَمَالِكَ الْاِبْتِدَاءُ [٢٧]

(آپ کا نُور کل ہے اور دنیا اسی کے اجزا۔ اے نبیٔ محترم صلی اللہ علیک وسلم! تمام انبیا آپ کے اعوان و انصار ہیں۔ اس کائنات کی روحِ رواں اور بہار آپ ہیں۔ آپ جلوہ نہ فرماتے تو اشیا کا وجود نہ ہوتا۔ تمام جہانوں میں آپ کی فضیلت انتہائی بلندیوں پر ہے۔ سب سے بڑا کمال آپ کے کمال کی ابتدا ہے۔)

حَيْثُ يَثْوِيْ مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْخَلْقِ

وَ فِيْ بَابِهِ الْوَرٰى فُقَرَاءُ

يَقْسِمُ الْجُوْدَ بَيْنَهُمْ وَ مِنَ

اللّٰهِ أَتَاهُمْ عَلٰى يَدَيْهِ الْعَطَاءُ [٢٨]

(جہاں سیدِ کائنات جناب محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں۔ آپ کے کاشانۂ اقدس پر ساری کائنات فقیر ہے۔ ان پر آپ جود و سخا کی بارش فرما رہے ہیں۔ اللہ کی طرف سے ان کو عطا فرما رہے ہیں۔ آپ کے دستِ اقدس سے ہی عطا ہو رہی ہے)

جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا ذکر یوں فرماتے ہیں:

يَرْجِعُ الْحُبُّ مِنْهُ إِلَى اللّٰهِ

تَعَالٰى وَ مِنْهُ فِيْهِ الْقَلَاءُ

مَنْ يُحِبُّ الْحَبِيْبَ فَهُوَ حَبِيْبٌ

وَ عُدَاةُ الْحَبِيْبِ هُمْ أَعْدَاءُ [٢٩]

(آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت اور آپ کی ناراضی ربِ ذوالجلال کا قہر و غضب ہے۔ جو پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت

رکھتا ہے، وہ ہمارا دوست ہے اور پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دشمن ہمارے دشمن ہیں)

سرکارِ کُل جہاں، سیدِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح و توصیف کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

صِفْهُ وَامْدَحْ وَزَكِّ وَ اشْرَحْ وَ بَالِغْ

وَلْيُعِنْكَ الْمَصَاقِعُ الْبُلَغَاءُ

فَمُحَالٌ بُلُوْغُكَ الْحَدَّ مَهْمَا

قُلْتَ أَوْ شِئْتَ مِنْ غُلُوٍّ وَ شَاؤُوْا [٣٠]

(ان کی مدح و توصیف، عظمت و کمال اور پاکیزگی بیان کیجیے اور خوب کیجیے، اور اس سلسلے میں بڑے بڑے بلیغ خطبا آپ کی معاونت کریں۔ تب بھی آپ کے کمال کی حد کو چھونا محال ہے۔ آپ جتنا بھی مبالغہ سے کام لینا چاہیں، لے لیں۔)

فرماتے ہیں:

لَيْسَ يَدْرِيْ قَدْرَ الْحَبِيْبِ سِوَى

اللّٰهِ فَمَاذَا تَقُوْلُهُ الْفُصَحَاءُ [٣١]

(پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قدر و منزلت اور مرتبہ و کمال کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ فصحا آپ کی ثنا کیا کر سکیں گے۔)

تمہید کے بعد مولدِ مکرم اور دلائل نبوّت کا بیان ہے۔ یہ سیرت کا دوسرا عنوان ہے۔ آغاز یوں ہوتا ہے:

هُوَ نُوْرُ الْاَنْوَارِ أَصْلُ الْبَرَايَا

حِيْنَ لَا آدَمٌ وَلَا حَوَّاءُ

هُوَ فَرْدٌ بِاللّٰهِ وَالْكُلُّ مِنْهُ

لَيْسَ ثَانٍ هُنَا وَ لَيْسَ ثُنَاءُ [٣٢]

اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شجرۂ نسب بیان کیا ہے۔ ولادت با

سعادت کے وقت رُونما ہونے والے معجزات کا ذکر ہے۔

وَ بِمِيلَادِهِ لَقَدْ فَاضَ نُورٌ
ضَاقَ عَنْ وُسْعِهِ الْمَلَا وَ الْخَلَاءُ
فَاضَ طُوفَانُهُ فَغَاضَتْ مِيَاهُ
الْفُرْسِ وَالنَّارُ عَنْهَا الْإِطْفَاءُ
شُرُفَاتُ الْإِيوَانِ إِيوَانِ كِسْرَى
مِنْهُ خَرَّتْ وَ انْشَقَّ هَوًا الْبِنَاءُ
وَ بِمِيلَادِهِ تَنَكَّسَتِ الْأَصْنَامُ
جُنَّتْ أَمْ مَسَّهَا إِغْمَاءُ ۳۳

تیسرے عنوان میں رضاعت کا بیان ہے۔

جَاءَ كَالدُّرَّةِ الْيَتِيمَةِ فَرْدًا
تَمَّ الْكَوْنَ حُسْنُهُ الْوَضَّاءُ
أَرْضَعَتْهُ فَتَاةُ سَعْدٍ فَفَازَتْ
بِرَضِيعٍ مَا مِثْلُهُ رُضَعَاءُ
بَرَكَاتٌ أَرْخَتْ عَلَيْهَا رَخَاءً
فِي زَمَانٍ غَالَ الْجَمِيعَ الْغَلَاءُ ۳۴

چوتھا عنوان شقِ صدر ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

شَقَّ مِنْهُ جِبْرِيلُ أَقْدَسَ صَدْرًا
قَدْ وَعَى الْعَالَمِينَ مِنْهُ وِعَاءُ
وَحَشَاهُ بِحِكْمَةٍ وَ بِإِيمَا
نٍ وَ تَمَّ الْخِتَامُ تَمَّ الْوِكَاءُ ۳۵

(میں اس سینۂ اقدس پہ نثار جس کو جبریلؑ نے شق کیا۔ وہ سینۂ اقدس اپنے اندر عالمین کو سموئے ہوئے ہے۔ مشیت ایزدی نے اسے حکمت و ایقان سے بھر دیا)۔

بات کچھ تعجب انگیز تھی اس لیے حیرت کا اظہار کرتے ہیں:

هُوَ بَحْرٌ وَلَسْتُ أَدْرِي وَقَدْ شُقَّ
لِمَاذَا لَمْ تَغْرَقِ الْأَرْجَاءُ ۳۶

(وہ تو علم و حکمت کا بحرِ ذخار ہیں اور پھر سینۂ اقدس کو شق کیا گیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ ایسا کرنے سے کائنات کے اطراف و اکناف ڈوب کیوں نہیں گئے؟)

پانچویں عنوان میں والدینِ کریمین کے وصال، ان کے احیا اور ایمان کا ذکر ہے۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال، ولادتِ اقدس سے دو ماہ قبل اور والدۂ محترمہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چھ سال کی عمر میں ہوا۔ علامہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ فرمایا، اس دین کا شرف بخشا حالانکہ وہ پہلے بھی نجات یافتہ ہیں۔ مزید لکھتے ہیں کہ کوئی نابنجار، ناقصُ العقل اور دین سے لاتعلق ہی ان کے ایمان کے بارے میں انگشت نمائی کی ناپاک جسارت کرتا ہے:

ثُمَّ أَحْيَاهُمَا الْقَدِيرُ فَحَازَا
شَرَفَ الدِّينِ حَبَّذَا الْإِحْيَاءُ
وَ هُمَا نَاجِيَانِ مِنْ غَيْرِ شَكٍّ
فَتْرَةٌ أَوْ حَيَاةٌ أَوْ حُنَفَاءُ
لَيْسَ يَرْتَابُ فِي نَجَاتِهِمَا إِلَّا
وَقِيحٌ فِي الدِّينِ أَوْ رُقَعَاءُ ۳۷

چھٹے عنوان میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کی بشارتوں کا بیان ہے جو انبیاء علیہم السلام اور دوسروں نے دیں:

بَشَّرُوا أَحْسَنُوا الْبَشَائِرَ لٰكِنْ
جَاءَ قَوْمٌ مِنْ بَعْدِهِمْ فَأَسَاؤُا
بَعْضُهُمْ صَرَّحَ الْكَلَامَ كَعِيسَىٰ

وَکلام الکلیم فیہ اکتفاء
وَ بسفر الزبور اَقوی دلیل
وَ اَشاعَ اَلبُشرٰی بہ شعیاءُ
وَ اَتَت عَن سِواھُم کُلُّ بُشرٰی
عطّرَ الکونَ مِن شَذَاھا الزُّکاءُ
نِعمَ بَحرُ العُلُوم مِنھُم بَحیرا
وَ نَصِیرُ الاِیمَانِ نَسطُوراءُ
نِعمَ حَبرٌ قَد اَسلَمَ ابنُ سلام
حِینَ جاءَ ت بِبُھتِہ السفھاء [۳۸]

ساتویں عنوان میں بعثتِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت ادیان کے حالات کا بیان ہے۔ جہالت و گمرہی عام تھی۔ حلال و حرام میں کوئی امتیاز نہ تھا۔ لوگ گروہوں میں بٹے ہوئے تھے اور ایک دوسرے سے بڑھ کر گمراہی اور ضلالت میں خودسر تھے تو ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے آفتاب نبوت کو طلوع کیا جس نے تمام تاریکیاں کافور کیں اور ظلمات کے بادل چھٹ گئے۔ فرماتے ہیں:

قَبلَہٗ عمّتِ البَرایا جھالا
تَ وَ ضَلَّ المَرءُوسُ والرُّؤساءُ
لَاحرامٌ ولَا حَلَالٌ وَ لَا دِینٌ
صَحِیحٌ وَلَا ھُدًی وَ اھتِدَاءُ
اَطلَعَ اللّٰہُ شَمسَ اَحمَدَ فِی الاَو
ضِ لَمعت اَقطارَھا الاَضواءُ [۳۹]

آٹھواں عنوان اسلام کی ابتدا اور توصیفِ قرآن کے بارے میں ہے۔ تیس اشعار میں اس موضوع کو سمویا گیا ہے۔ نویں عنوان میں سابقینِ اسلام کا ذکر ہے۔ گیارہ اشعار ہیں۔ ان میں حضراتِ خدیجہ، ابوبکر، علی، زید، بلال، عثمان، عامر، طلحہ، زبیر،

سعد، ابن عوف، سعید، عبیدہ اور حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا ذکر ہے۔ بعد میں فاروق اعظم کا ذکر ہے۔ عورتوں میں ام الجمیل، ام الفضل اور ام ایمن کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

دسویں عنوان میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ قریش کی عداوت کا بیان ہے۔ اشعار کی تعداد بائیس ہے۔ قریش نے طرح طرح کی تکالیف دیں، آپ کو اور آپ کے اصحاب کو ستایا۔ ان اشعار میں ان کی شرانگیزیوں اور دسیسہ کاریوں، شقاوتوں اور خباثتوں کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

گیارھواں عنوان اشتقاقِ قمر پر مشتمل ہے۔ اشعار کی تعداد چار ہے۔

بارھویں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قریش کی طرف سے کی گئی مختلف پیش کشوں کا بیان ہے۔ ان کے جواب میں آپ کے ارشادات کا ذکر اس طرح ہے:

لو وضعتم ہذا السما فی شمالي
وَ یمنای کان منکم ذکاء
ما ترکت الدعاءَ للّٰہ حتی
یحکمَ اللّٰہُ بیننا ماشاءَ [۴۰]

اس موضوع پر اشعار کی تعداد نو ہے۔

تیرھواں عنوان اپنے رشتہ داروں کے ساتھ شعب میں حصار ہے۔ چودھواں حضرت ابوطالبؓ کی وفات اور ان کے مناقب پر، پندرھواں سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال و فضائل پر اور سولھواں تبلیغ اسلام کی غرض سے سفرِ طائف پر مشتمل ہے۔

سترھویں میں توحید کے متعلق ایک فصل ہے جو پینتیس اشعار پر محیط ہے۔

اٹھارھویں میں اسراء و معراج کا بیان ہے جو تیس اشعار پر مشتمل ہے۔

انیسواں بیعتِ انصار، بیسواں ہجرتِ مدینہ اور مدینہ میں آپ کی جلوہ گری اور صحابہ کی مدح و توصیف پر، ۲۱واں کفار کے خلاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذنِ جہاد پر، ۲۲واں غزوہ بدر الکبریٰ پر، ۲۳واں غزوہ احد پر، ۲۴واں غزوہ المریسیع پر، ۲۵واں

غزوۂ احزاب پر، ۲۶واں عمرۃ الحدیبیہ پر، ۲۷واں عمرۃ القضاء پر، ۲۸واں یہودیوں کے ساتھ غزوات پر، ۲۹واں فتح عظیم فتح مکّہ پر، ۳۰واں غزوۂ حنین، ۳۱واں غزوۃ الطائف، ۳۲واں غزوۂ تبوک، ۳۳واں ایسے غزوات پر جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شریک نہیں ہوئے، ۳۴واں بادشاہوں کو لکھے جانے والے مکتوبات پر، ۳۵واں مختلف قبائل کے رؤسا کے وفود پر، ۳۶واں آپ کے حج اور حجۃ الوداع پر، ۳۷واں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال پر مشتمل ہے۔ ۳۸واں عنوان میں آپؐ کے معجزات میں ایک فصل ہے، اسی طرح ۳۹واں میں آپ کے شمائل و خصائل پر ایک فصل ہے اس میں سترہ اشعار ہیں۔ قصیدہ میں پچاس اشعار کا آغاز "کان" سے ہوتا ہے۔ یہ اہتمام بڑے بڑے فصحا و بلغا کے لیے محال نہیں تو ناممکن ضرور ہے۔

۴۰واں عنوان میں مقاماتِ قیامت میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے فضائل و کمالات کا بیان ہے۔ گیارہ اشعار ہیں۔ طراوتِ قلب و نظر کے لیے چند اشعار درج کیے جاتے ہیں:

سَیِّدَ الرُّسُلِ یَا اَبَا الْکَوْنِ یَا
اَوَّلَ خَلْقٍ یَا مَنْ بِہٖ الْاِنْتِہَاءُ
سَوْفَ یَبْدُوْ فِی الْحَشْرِ جَاهُکَ
کَالشَّمْسِ مَتٰی اَعْوَزَ الْاَنَامَ الضِّیَاءُ
سَابِقُ الْخَلْقِ اَنْتَ بِالْبَعْثِ وَالرُّسُلُ
جُنُوْدٌ وَ فِیْ یَدَیْکَ اللِّوَاءُ
خَصَّکَ اللّٰہُ بِالشَّفَاعَۃِ فَرْدًا
فِیْ مَقَامٍ یَخَالُہٗ الْاَنْبِیَاءُ
اَنْتَ فِیْہِ الْاِمَامُ تَسْجُدُ لِلّٰہِ [۴۱]
وَ کُلُّ الْوَرٰی هُنَاکَ وَرَاءُ

اکتالیسواں عنوان توسّل میں ایک فصل پر مشتمل ہے۔ اس موضوع پر بہتر

اشعار ہیں۔

آخر میں خاتمہ کا عنوان ہے۔ اشعار کی تعداد تریسٹھ ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بحرِ جودوسخا سے طلب، قصیدہ میں عجزبیانی اور نگاہِ کرم اور التفات کی خواہش پر مشتمل ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

سَیِّدَ الْعَالَمِیْنَ یَا بَحْرَ جُوْدٍ
قَطْرَۃٌ مِنْ سَحَائِبِہِ الْاَسْخِیَاءُ
کُلُّهَا وَهِیَ اَلْفُ بَیْتٍ قُصُوْرٌ
عَنْکَ ضَاقَتْ وَاِنَّهَا فَیْحَاءُ
اَنْتَ عَنِّیْ وَ عَنْ ثَنَائِیْ غَنِیٌّ
مَا لِعَلْیَاکَ بِالثَّنَاءِ اعْتِلَاءُ [۴۲]
فَارْضَ عَنِّیْ بِاللّٰہِ وَ اسْمَعْ وَ قُلْ لِیْ
قَدْ قَبِلْنَاکَ اَیُّهَا الْخَطَّاءُ [۴۳]

آخری اشعار میں بڑے الحاحانہ التجا کی ہے کہ حضورؐ (صلی اللہ علیک وسلم) جس طرح آپ نے پہلے مدّاحین کو نوازا ہے، مجھے بھی اپنے الطاف و اکرام سے نوازیے، آپ کی نگاہِ کرم اور عطا ہی میرا زادِ دین و دنیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

قَدْ اَجَزْتَ الْمُدَّاحَ قَبْلِیْ فَکَانَتْ
سُنَّۃً وَاقْتَدٰی بِکَ الْکُرَمَاءُ
فَاَجِزْنِیْ بِمَا تَطِیْبُ بِہٖ نَفْسُکَ
فَضْلًا یَا سَمْحُ یَا مِعْطَاءُ
لَسْتُ اَبْغِیْ قَدْرِیْ وَلَا قَدْرَ شِعْرِیْ
قَدْرَ جُوْدِ الْمُعْطِیْ یَکُوْنُ الْعَطَاءُ
وَ بِحَسْبِیْ صَلَاحُ دِیْنِیْ وَ دُنْیَا
یَ وَ حُسْنُ الْخِتَامِ فِیْہِ اکْتِفَاءُ

لَعَلَيْکَ الصَّلاۃُ تَبْقیٰ مِنَ
اللّٰہِ کَمَا شَاءَ کَثْرَۃً وَ تَشَاءُ
وَ عَلَیْکَ السَّلامُ مِنْہُ عَلیٰ قَدْ
رِکَ قَدْرٌ لَا یَعْتَرِیْہِ فَنَاءُ
وَ عَلیَ الْأَوْلِیَاءِ آلِکَ وَ الصُّحْبِ
وَ مَنْ لِلْجَمِیْعِ لِلّٰہِ وَلاءُ
مَا قَضَی اللّٰہُ لِیْ الْوَرٰی لَکَ مَدْحًا
وَلَہُ الْحَمْدُ کُلُّہُ وَالثَّنَاءُ ۴۴

حواشی

۱۔ الاحزاب: ۲۱

۲۔ اُردو دائرہ معارفِ اسلامیہ۔ ص ۱۸۱۔ ج ۱۴/۱

۳۔ ایضاً

۴۔ ایضاً بحوالہ الاعلان بالتوبیخ۔ ص ۱۹۲

۵۔ نقوش۔ رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) نمبر۔ ج ۹۔ ص ۱۰۵

۶۔ حضرت حسّان بن ثابت انصاریؓ (یہ شعر حضرت حسّانؓ کا نہیں، ابنِ نباتہ مصری کا ہے۔ دیکھیے المجموعۃ النبہانیہ۔ ص ۱۳۸۔ ایڈیٹر)

۷۔ (ثابت نہیں ہوتا کہ یہ اشعار حضرت حسّانؓ کے ہیں۔ ایڈیٹر)

۸۔ المجموعۃ النبہانیہ۔ ۱/۷۷

۹۔ ایضاً۔ ص ۱/۱۳

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ ایضاً ص ۱۱۵

۱۲۔ ایضاً ص ۱۱۷

۱۳۔ ایضاً ص ۱۱۹

۱۴۔ ایضاً ص ۱۲۶

۱۵۔ ایضاً ص ۱۲۸

۱۶۔ ایضاً ص ۱۳۱

۱۷۔ ایضاً ص ۱۳۲

۱۸۔ ایضاً ص ۱۳۷

۱۹۔ ایضاً ص ۱۳۳۔۱۳۵

۲۰۔ ایضاً ص ۱۵۲

۲۱۔ ایضاً ص ۱۵۶

۲۲۔ ایضاً ص ۱۶۳

۲۳۔ ایضاً ص ۱۶۶

۲۴۔ ایضاً ص ۱۶۹

۲۵۔ ایضاً ص ۱۷۳

۲۶۔ الشوقیات۔ ج ۱۔ ص ۳۶

۲۷۔ المجموعۃ النبہانیہ ص ۲۰۴

۲۸۔ المجموعۃ النبہانیہ ص ۲۰۹

۲۹۔ المجموعۃ النبہانیہ ص ۲۱۲

۳۰۔ المجموعۃ النبہانیہ ص ۲۱۲

۳۱۔ المجموعۃ النبہانیہ ص ۲۱۳

۳۲۔ المجموعۃ النبہانیہ ص ۲۱۴

۳۳۔ المجموعۃ النبہانیہ ص ۲۱۸

۳۴۔ المجموعۃ النبہانیہ ص ۲۱۸۔۲۱۹

۳۵۔ المجموعۃ النبہانیہ ص ۲۱۹

۳۶۔ المجموعۃ النبہانیہ ص ۲۱۹

۳۷۔ المجموعۃ النبہانیہ ص ۲۲۰

۳۸۔ المجموعۃ النبہانیہ ص ۲۲۱

۳۹۔ المجموعۃ النبہانیہ ص ۲۲۲

۴۰۔ المجموعۃ النبہانیہ ص ۲۲۸

۴۱۔ المجموعۃ النبہانیہ ص ۲۷۶

۴۲۔ المجموعۃ النبہانیہ ص ۲۸۳

۴۳۔ المجموعۃ النبہانیہ ص ۲۸۶

۴۴۔ المجموعۃ النبہانیہ ص ۲۸۶۔۲۸۷

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

أَلدَّهرُ قَدْ أَبْصَرَ بَعْدَ بَعْثِهِ * وَكَانَ قَبْلَ الْبَعْثِ أَعْمَى لاَ يَرَى

أَحْيَا وَأَفْنَى أُمَمًا بِهَدْيِهِ * وَسَيْفِهِ حَتَّى بِهِ الدِّينُ عَلاَ

لَوْ كَانَ مَنْ يَجْحَدُهُ حَيًّا لَمَا * أَنْكَرَهُ لِأَنَّهُ رُوحُ الْوَرَى

لَمْ يُرَ فِي كُلِّ الْبَرَايَا شِبْهُهُ * فِي كُلِّ عَصْرٍ قَدْ مَضَى وَلَنْ يُرَى

فَرِيدُ خَلْقِ اللهِ لاَ مِثْلَ لَهُ * إِلَيْهِ فِي كُلِّ الْكَمَالِ الْمُنْتَهَى

- زمانے کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے بعد بصارت ملی۔ اور بعثت سے پہلے وہ اندھا تھا' دیکھ نہیں سکتا تھا۔
- اس نے آپ کی ہدایت سے اُمتوں کو زندہ اور اپنی تلوار سے فنا کیا حتّٰی کہ آپ کے ذریعے دین کو سرفرازی ملی۔
- آپ کا منکر اگر زندہ ہوتا تو اسے مجالِ انکار نہ ہوتی کیونکہ کائنات کی روح اور بہار آپ ہیں۔
- گزرے ہوئے کسی دور میں' بھری دنیا میں آپ سا کوئی نہ دیکھا گیا اور نہ ہرگز دیکھا جائے گا۔
- آپ مخلوقِ خدا میں یکتا ہیں جس کی نظیر نہیں' ہر کمال کی انتہا آپ تک ہوتی ہے۔

المجموعة النبهانيه في المدائح النبويه

عربی نعت کا ایک وقیع مجموعہ

تحریر: راجا رشید محمود

علامہ یُوسُف بن اسمٰعیل نبہانی رحمتہ اللہ علیہ نے "المجموعة النبهانية فی المدائح النبوية" کی چار ضخیم جلدوں میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم کی نعتوں کے ذکر کے بعد دوسرے عربی نعت گوؤں کا کلام بھی دیا ہے۔ یہ کلام قافیوں کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے۔ ہر قافیہ میں کہی گئی نعتیں ان کے تخلیق کاروں کے ناموں' اُن کے سِنِ وفات اور ان کی خصوصیات کے بیان کے بعد دی گئی ہیں۔ اس طرح قوافی کے لحاظ سے تو یہ نعتیہ قصیدے یا نعتیہ شعر الگ ہو گئے ہیں لیکن اس طرح کسی ایک نعت گو شاعر کے تمام اشعار اکٹھے نہیں ہیں۔ اس طرح جن گنتی کے چند لوگوں کو اس عظیم کتاب کو دیکھنے کا اتفاق ہوا بھی ہے' اُنھیں بھی اندازہ نہیں ہوتا کہ مختلف عربی نعت گوؤں نے مدحِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں کتنی نعتیں یا کتنے نعتیہ قصیدے کہے ہیں اور اِس باب میں اُن کے ذخیرۂ شعر کی حیثیت کیا ہے۔ مثلاً جمال الدین ابو زکریا یحییٰ بن یُوسُف الصرصری العراقی الضریر متوفی ۶۵۶ ہجری کے ۵۹ قصیدے اس مجموعے میں مختلف قوافی کے ذیل میں بکھرے ہوئے ہیں اور ان ۵۹ قصیدوں میں ۳۰۴۹ نعتیہ اشعار ہیں یا خود یُوسُف بن اسمٰعیل نبہانی (مرتّب) کے ۴۱ قصائد اس مجموعے میں شامل ہیں جن میں ۷۲۷۱ نعتیہ اشعار ہیں۔ اور اسی میں ایک قصیدہ ایک ہزار شعروں کا ہے جس میں ۴۳ عنوانات کے تحت سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نظم کی گئی ہے۔

اُردو نعت کے قارئین اور سامعین میں یہ تأثّر عام پایا جاتا ہے کہ عربی ادب

میں نعت کم، بہت ہی کم لکھی گئی ہے۔ علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانیؒ کے زیرِ نظر مجموعے سے یہ تأثر غلط ثابت ہو جاتا ہے لیکن یہ کتاب عام لوگوں کے سامنے نہیں اور خواص بھی اس کے مندرجات سے پوری طرح آگاہ نہیں، اسی لیے جن عربی نعت گوؤں کا ذکر **المجموعۃ النبہانیہ** میں موجود ہے، ذیل میں ان کا حروفِ تہجی کے اعتبار سے الگ الگ ذکر کیا جاتا ہے کہ ان کے کتنے نعتیہ اشعار اس مجموعے میں شامل ہیں تاکہ عربی نعت کا ایک خاکہ سا ذہن کے کینوس پر بن جائے۔

ابراہیم بن سہل الاشبیلی۔ ۶۹۴ ہجری

قافیہ ع میں ۱۱ شعر

شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن بن علی الحنفی الزمردی المعروف بابن الصائغ۔ ۷۸۶ ہجری

قافیہ ل میں ۴۳ شعر

شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی۔ ۶۳۸ ہجری

قافیہ د میں ۶، ف میں ۵ اور ق میں ایک شعر= کل ۱۲ شعر

علاء الدین الدمشقی المعروف بابنِ ایبک

قافیہ ل میں ۵۳ شعر

ابنِ حبیب

قافیہ ن میں ۴ شعر

حافظ شہاب الدین ابن حجر العسقلانی۔ ۸۵۲ ہجری یا ۸۵۳

قافیہ ء میں ۴۶، ب میں ۴۸، د میں ۵۷،۳۵، ف میں ۴۳، ل میں ۱۸، م میں ۷۱ شعر= کل ۳۳۸ شعر

امام محی الدین ابو الحسن علی ابنِ دقیق العید۔ ۷۰۲ ہجری

قافیہ ر میں ۴۷ شعر اور "خاتمہ" میں مخمس کے ۱۹ بند

ابنِ کمیل

قافیہ ب میں ۱۵ شعر

ابنِ معتوق۔ ۱۰۸۷ ہجری یا ۱۰۶۳ ہجری

قافیہ م میں ۱۰۸ شعر

ابو الحسن بن سعید الغرناطی الاندلسی۔ ۶۷۳ ہجری

قافیہ د میں ۲۵ شعر

قاضی ابو الحکم مالک بن المرحل

قافیہ م میں ۳۴ شعر

ابو العباس احمد بن عبدالمعطی

قافیہ ل میں ۲۶ شعر

ابو الفتح محمد بن سید الناس صاحب السیرۃ۔ ۷۳۴ ہجری

قافیہ ث میں ۳۱، ع میں ۲۸، ل میں ۱۸۵ شعر= کل ۲۴۴ شعر

ابو القاسم بن ابی العافیہ

قافیہ ب میں ۲ شعر

ابو بکر احمد بن جزی الاندلسی۔ ۷۸۵ ہجری

قافیہ ل میں ۳۸ شعر

ابو بکر احمد بن عبداللہ بن الحسین القرطبی۔ ۶۵۲ ہجری

قافیہ ل میں ۷ شعر

ابو بکر بن ارقم

قافیہ ب میں ۲ شعر

ابو جعفر الاندلسی

قافیہ ب میں ۳ شعر

امام اثیر الدین ابو حیان محمد بن یوسف الاندلسی۔ ۶۸۴ ہجری

قافیہ ل میں ۸۳ شعر

ابو سعید فرج بن لب التغلبی الغرناطی۔ ۷۸۲ ہجری

قافیہ ر میں ۲۲ شعر

ابو عبداللہ بن الحکیم الاندلسی۔ ۶۸۳ ہجری

قافیہ ب میں ۸ شعر

ابو عبداللہ بن زمرک الغرناطی۔ ۷۶۷ ہجری

قافیہ ء میں ۴۹ شعر اور "خاتمہ" میں ۲۷ شعر = کل ۷۶ شعر

ابو عبداللہ محمد الشراف الاندلسی

قافیہ ل میں ۱۴۰ شعر

ابو محمد عبداللہ الیشکری

قافیہ ہ میں ۴۸ شعر

ابو محمد بن عطیۃ الاندلسی

قافیہ ب میں ۴۶ شعر

شیخ ابو مدین المغربی۔ ۵۸۰ ہجری

قافیہ ف میں ۱۳ شعر

ابی العباس بن العریف

"خاتمہ" میں ان کے ۵ شعروں کی تضمین عبدالغنی النابلسی نے تخمیس کی صورت میں کی ہے

ابی محمد بن ابی المجدر

قافیہ ب میں ۲ شعر

ابی عبید (تلمیذ عبدالغنی النابلسی)

مستزاد کے ۷۴ شعر (جو ماہیے کی طرح ہیں)

محمد بن العقاد الشہیر بابی القاسم الاندلسی

"خاتمہ" میں ۳۲ شعر

محمد بن ابی العباس احمد الابیوردی الاموی۔ ۵۰۷ ہجری

قافیہ ل میں ۳۰ شعر

شیخ احمد الانشیبی (صاحب کتاب المستطرف)

قافیہ ل میں ۷۷ شعر

شیخ احمد الصفدی

قافیہ ب میں ۱۹ شعر

احمد بن الیاس الکردی۔ ۱۱۴۹ ہجری

مخمس کے ۲ بند

احمد بن عبداللہ الواعظ المکی۔ ۱۰۷۷ ہجری

قافیہ د میں ۵۸ شعر

عبدالباقی افندی العمری الموصلی۔ ۱۲۷۸ ہجری

قافیہ ق میں ۳۱ شعر

امین الدین المحبی الدمشقی (صاحب خلاصۃ الاثر) ۱۱۱۱ ہجری

قافیہ الف میں ۶۰ شعر

قاضی بہاء الدین محمد الباعونی الشامی

قافیہ ل میں ۷۸ شعر

عبدالرحیم البرعی الیمنی

قافیہ ء میں ۳۹ + ۴۰، ب میں ۹۲، ت میں ۴۰، ج میں ۴۳ + ۵۱۷ + ۴۴، ر میں ۵۸ + ۴۷، ع میں ۴۳، ق میں ۳۶، ل میں ۳۹ + ۳۷، م میں ۴۲ + ۵۲ + ۵۰، ن میں ۷۷ + ۵۲، ہ میں ۳۶ + ۳۳ شعر = کل ۱۳۶۷ شعر اور "خاتمہ" میں مخمس کے ۱۵ بند

برہان الدین ابو اسحاق ابراہیم القیراطی المصری۔ ۷۸۱ ہجری

قافیہ ء میں ۲۵۵ شعر

شیخ احمد البکری

قافیہ ع میں ۳ شعر

محمد البکری الکبیر المصری۔ ۹۹۲ ہجری

قافیہ ب میں ۲۹ + ۲۰ + ۳۰، د میں ۱۲ + ۱۳ + ۴، ر میں ۱۴، ع میں ۲، ف میں ۳۹، ل میں ۱۸، م میں ۱۴ شعر = کل ۱۸۶ شعر

ابو الحسن علی بن الجیاب الاندلسی الانصاری الغرناطی۔ ۷۴۹ ہجری

قافیہ ب میں ۲ + ۲، ج میں ۹، ط میں ۲۵، ل میں ۲۷۴ = کل ۳۱۲ شعر

ابو عبداللہ محمد بن محمد بن الحنان المری

قافیہ م میں ۷ شعر

لسان الدین بن الخطیب الاندلسی۔ ۷۷۶ ہجری یا ۷۷۹ ہجری

قافیہ ب میں ۵۴، ح میں ۳۹، د میں ۴۷، ر میں ۲۶، ق میں ۲، ل میں ۵۴ + ۳۵ + ۱۱، م میں ۳۳ + ۱۳، ن میں ۱۳ + ۵۸ = کل ۳۴۳ شعر۔

ابو عبداللہ محمد بن العطار الجزائری المغربی۔ ۶۹۶ ہجری

قافیہ ب میں ۲۰ + ۳۲ + ۲۰، ر میں ۲۲ + ۹، ع میں ۷ + ۷ + ۳، ل میں ۷ + ۹ + ۵، ن میں ۳ + ۹ = کل ۱۴۳ شعر

عمر بن الفارض۔ ۶۳۶ ہجری

قافیہ ر میں ۳ شعر

امام ابو محمد بن برطلہ الاندلسی

قافیہ ل میں ۲ شعر

تقی الدین بن حجۃ الحموی۔ ۸۳۷ ہجری

قافیہ م میں ۶۰ شعر

عبدالرحمن بن خلدون (صاحب التاریخ المشہور) ۸۰۶ ہجری

قافیہ ب میں ۳۹ شعر

حافظ ابو الیمن بن عساکر

قافیہ ل میں ۱۷ شعر

جمال الدین محمد بن نباتۃ المصری۔ ۷۶۸ ہجری

قافیہ ء میں ۷۳ + ۷، ر میں ۹۱، ع میں ۹۰، ل میں ۸۲ شعر = کل ۳۴۳ شعر

شیخ حسن البورینی الشامی شارحِ دیوانِ ابن الفارض۔ ۱۰۲۴ ہجری

قافیہ د میں ۲، ق میں ۲۷ شعر = کل ۲۹ شعر

امام شرف الدین ابو عبداللہ محمد بن سعید الابوصیری (ایک جگہ البوصیری لکھا ہے) ۶۹۶ ہجری یا ۶۹۴ ہجری

قافیہ ء میں ۴۵۵، ب میں ۱۱۰ + ۱۰۵ + ۷۹، ج میں ۵۸ + ۹۶۷، ل میں ۲۰۴ + ۲۹۳، م میں ۱۶۰ (قصیدۂ بُردہ) ن میں ۴۰ شعر = کل ۲۳۳۱ شعر

امام ابو عبداللہ محمد بن احمد بن مرزوق التلمسانی شارح البُردہ۔ ۷۸۱ ہجری

قافیہ ر میں ۹۹ شعر

شمس الدین محمد ابن الشیخ عفیف الدین التلمسانی المشہور بالشاب الظریف۔ ۶۸۸ ہجری

قافیہ ب میں ۱۹، ص میں ۲۰، ف میں ۲۲ شعر = کل ۶۱ شعر

ابو الحسن علی بن محمد التمیمی الہمدانی المصری

قافیہ ل میں ۱۰۰ شعر

ابو الفضل عبدالمحسن بن محمود التنوخی الحلبی۔ ۶۴۳ ہجری

قافیہ ل میں ۱۳۰ شعر

ابو الخیر محمد بن محمد الجزری۔ ۸۳۳ ہجری

قافیہ ل میں ۳ شعر

سید جعفر بن محمد بیتی اعلوی السقافی المدنی۔ ۱۱۸۲ ہجری

قافیہ ر میں ۶۵ شعر

شریف محمد بن موسیٰ الجمازی الحسینی المالکی المصری۔ ۱۰۶۵ ہجری

قافیہ ل میں ۱۳ شعر

جمال الدین ابو حامد محمد بن عبداللہ بن ظہیرۃ القرشی المکی۔ ۸۱۹ ہجری

قافیہ ل میں ۵۲ شعر

جمال الدین یوسف سبط ابن جوزی۔ ۶۵۴ ہجری

قافیہ م میں ۲ شعر

حازم الاندلسی۔ ۶۸۴ ہجری

قافیہ ل میں ۲۱ شعر

حسن بن مسعود الیوسی۔ ۱۳۰۷ ہجری

قافیہ م میں ۲۸ شعر

سید حسین بن علی بن حسن بن شدقم

قافیہ د میں ۳۲ شعر

شیخ احمد الحفراوی المکی الشافعی

قافیہ ر میں ۱۲ شعر

شیخ یوسف المشہور الحکیم الرشیدی الاسلمی

قافیہ ن میں ۱۳ شعر

سید عبدالکریم افندی النقیب الحمزاوی (یا حمزہ) الدمشقی۔ ۱۱۱۸ ہجری

قافیہ ل میں ۷، "خاتمہ" میں ۷۲ شعر = کل ۷۹ شعر

شہابُ الدین احمد الخفاجی المصری۔ ۱۰۶۹ ہجری

قافیہ الف میں ۱۴۷، ک میں ۸ شعر = کل ۱۵۵ شعر

شیخ حسین الدجانی۔ ۱۳۶۸ ہجری

قافیہ ب میں ۲ + ۲ شعر = کل ۴ شعر

شیخ محمد اکدکدجی الصوفی الدمشقی۔ ۱۱۳۱ ہجری

ابن حبابۃ الاندلسی کے شعروں پر تخمیس۔ ۲ بند

محمد بدر الدین بن الدمامینی الاسکندری۔ ۸۲۸ ہجری

قافیہ ر میں ۸۳ شعر

علامہ ابو القاسم محمود زمخشری (صاحب الکشاف)

قافیہ ر میں ۵۳، ل میں ۳۶ شعر = کل ۸۹ شعر

امام زین الدین عمر بن الوردی المصری۔ ۷۴۹ ہجری

قافیہ ر میں ۹۰ شعر

شیخ محمد بن فرج السبتی (یا السیتی) المغربی

قافیہ د میں ۶۱، ل میں ۷۷ + ۵۵ شعر = کل ۱۹۳ شعر

اور حافظ ابی الربیع سلیمان ابن سالم الکلاعی الاندلسی کے شعروں پر ۹ بند کی تخمیس

امام تقی الدین السبکی۔ ۷۵۶ ہجری

قافیہ ت میں ۱۳۷، ن میں ۲ + ۷۵ شعر = کل ۲۱۴ شعر

سید علی بن معصوم السلافۃ۔ ۱۰۲۰ ہجری یا ۱۱۲۰ ہجری

قافیہ د میں ۳۴، ر میں ۵۶ شعر = کل ۹۰ شعر

سعدونہ اُمّ سعد بنتِ عصام الحمیریہ الاندلسیہ القرطبیہ۔ ۶۴۰ ہجری

قافیہ ل میں ۵ شعر

شیخ سعدی العمری الشامی ابن عبدالہادی۔ ۱۱۳۷ ہجری یا ۱۱۳۸ ہجری

قافیہ د میں ۵۶، ل میں ۲، "خاتمہ" میں ۶۷ شعر = کل ۱۳۵ شعر

ابو العباس احمد بن محمد السمحاجی الاندلسی (معاصرِ قاضی عیاض)

قافیہ ح میں ۵ شعر

محمد وفا الشاذلی المصری۔ ۷۶۰ ہجری

قافیہ ل میں ۵۰ شعر

امیر منجک الشامی۔ ۱۰۸۰ ہجری

مخمس کے ۵ بند

ابوالحسن بن احمد الفاسی الشہیر بالشامی۔ ۱۰۲۷ ہجری

قافیہ ف میں ۴۳ شعر

شیخ عبداللہ الشبراوی المصری۔ ۱۱۷۲ ہجری یا ۱۱۷۱ ہجری

قافیہ ب میں ۲۴، ع میں ۳۰ شعر = کل ۵۴ شعر

حافظ شرف الدین بن عبدالسمیع الہاشمی

قافیہ ح میں ۳ شعر

شرف الدین عیسیٰ بن سلیمان الطنولی المصری۔ ۸۶۳ ہجری

قافیہ ل میں ۲۴ شعر

شریف احمد بن شریف مسعود۔ ۱۰۴۲ ہجری

قافیہ س میں ۷۷ شعر

ابو السعود الشعرانی۔ ۱۰۸۸ ہجری

مخمس کے ۳ بند

عبدالرحیم الشعرانی۔ ۱۰۴۸ ہجری

قافیہ ل میں ۶ شعر

ابو السرور بن نور الدین الشعراوی المصری

قافیہ ل میں ۲۳ شعر

ابو محمد عبداللہ بن زکریا الشتراطیسی المغربی۔ ۴۹۶ ہجری

قافیہ ل میں ۳۵ شعر

ابو عبداللہ شمس الدین محمد البدماصی المالکی

قافیہ ط میں ۵۵ شعر

شمس الدین محمد بن جابر الاندلسی۔ ۷۸۰ ہجری

قافیہ الف میں ۲۹۵، ج میں ۴۸، د میں ۱۳، ر میں ۵۶، ق میں ۴۲ + ۲، ل میں ۱۱۶ + ۸۹ شعر اور "خاتمہ" میں لسان الدین الخطیب کے شعروں پر تخمیس کے ۴ بند =

۶۸۶ شعر + مخمس کے ۴ بند

نجم الدین محمد بن سوار الشیبانی الدمشقی۔ ۶۷۷ ہجری

قافیہ ہ میں ۶۴ شعر

شہاب احمد ابی القاسم بن خلوف التونسی القیروانی

قافیہ ز میں ۷، م میں ۳۲۶ شعر = کل ۳۲۹ شعر

اور "خاتمہ" میں مستزاد کے ۴۲ شعر

شہاب احمد المقری۔ ۱۰۴۱ ہجری

قافیہ ل میں ۱۸، ی میں ۸ شعر = کل ۲۶ شعر

اور "خاتمہ" میں ۲۸ بند کا مخمس

شہاب احمد المنینی الشامی (الدمشقی) ۱۱۷۲ ہجری یا ۱۱۷۳ ہجری

قافیہ ذ میں ۱۲، ر میں ۱۰، ل میں ۱۲ شعر = کل ۳۴ شعر

شہاب المنصوری المصری۔ ۸۸۷ ہجری

قافیہ ء میں ۲۲ + ۲۱، ح میں ۲۱، ر میں ۴۱، ص میں ۱۰، ق میں ۲۲، ل میں ۳۰ شعر = کل ۱۶۷ شعر

شہاب احمد بن خلوف التونسی القیروانی

قافیہ ن میں ۲ شعر

شہاب محمودُ الحلبی۔ ۷۷۵ ہجری یا ۷۲۵ ہجری یا ۶۸۹ ہجری

قافیہ ء میں ۴۳، ب میں ۶۷ + ۶۱ + ۵۹ + ۵۹ + ۵۰، ت میں ۵۷، ج میں ۲۸، ح میں ۷۹، د میں ۵۲، ر میں ۳۶ + ۱۳۹ + ۹۳ + ۷۰ + ۴۴ + ۴۳ + ۲۵ + ۵۳ + ۵ + ۵ + ۲ + ۳۷، س میں ۳۵، ص میں ۳۵، ض میں ۲۸، ع میں ۶۹ + ۵۰ + ۹۳، ف میں ۴۳، ق میں ۴۳ + ۷۱ + ۵، ک میں ۴۰، ل میں ۱۸۱ + ۸۵ + ۷۳ + ۷۰ + ۶۵ + ۵۳ + ۷ + ۲، م میں ۷۵ + ۶۹ + ۶۷ + ۵۱ + ۴۵ + ۱۰، ن میں ۵۳ + ۵۲ + ۳۹ + ۶ + ۶۵، و میں ۳۰، ی میں ۸۰ + ۴۳، شعر = کل ۳۱۵۰ شعر

شیخ صادق الخراط الدمشقی۔ ۱۱۴۳ ہجری

”خاتمہ“ میں ۶۷ شعر

شمس الدین محمد الصالحی الہلالی الدمشقی (الشامی)۔ ۱۰۱۲ ہجری

قافیہ ت میں ۶۵، ح میں ۵۴، خ میں ۳۰، ر میں ۴۳، ز میں ۲۹، ظ میں ۳۰، ن میں ۱۷ شعر = کل ۳۴۲ شعر

جمال الدین ابو زکریا یحییٰ یوسف الصرصری العراقی الضریر۔ ۶۵۶ ہجری

قافیہ ء میں ۸۱، الف میں ۱۳۹، ب میں ۸۱ + ۶۱ + ۳۶ + ۲۵ + ۳۰ + ۲۰، ت میں ۱۳۴ + ۴۴ + ۳۸، ث میں ۳۲، ج میں ۴۲ + ۱۹، ح میں ۵۳، د میں ۴۸ + ۳۸ + ۴۱، ر میں ۷۵ + ۵۱ + ۴۳ + ۲۰۰، ز میں ۳۳ + س میں ۴۳، ش میں ۳۳، ع میں ۲۳، غ میں ۲۴، ق میں ۶۰ + ۳۵ + ۳۲ + ۱۹، ک میں ۳۴ + ۲۴، ل میں ۹۸ + ۹۸ + ۶۷ + ۵۳ + ۵۱ + ۴۲ + ۴۰ + ۳۳، م میں ۶۰ + ۵۷ + ۵۴ + ۵۲ + ۴۵ + ۴۰ + ۴۱ + ۳۱ + ۲۸ + ۱۶، ن میں ۷۰ + ۳۲ + ۱۸ + ۲۱، ھ میں ۶۰ + ۷ +، و میں ۴۰، ی میں ۱۹۳ شعر = کل ۳۰۱۹ شعر

صفی الحلی۔ ۷۵۰ ہجری یا ۷۹۰ ہجری

قافیہ ر میں ۹۰، ق میں ۴۶، ن میں ۵۷ شعر = کل ۱۹۳ شعر

شیخ عبدالکریم الطرائفی

قافیہ س میں ۲۰، ی میں ۲۰ شعر = کل ۴۰ شعر

عائشہ الباعونیہ الدمشقیہ

قافیہ ی میں ۱۰۱ شعر

عبدالرحمٰن البہلول الدمشقی المغربی۔ ۱۱۹۳ ہجری

قافیہ ل میں ۸، ”خاتمہ“ میں ۳۹ شعر = کل ۴۷ شعر

ابو زید عبدالرحمٰن الفازاری الاندلسی

قافیہ س میں ۲۰، م میں ۲۰ + ۳ + ۱ = کل ۴۴ شعر

امام عبدالرحمٰن المکودی۔ ۸۰۱ ہجری

قافیہ الف میں ۲۹۵ شعر

عبدالرحمٰن بن عبدالرزاق الدمشقی۔ ۱۱۸۸ ہجری

”خاتمہ“ میں ۷۷ شعر

عبدالعزیز بن علی الزمزمی المکی۔ ۹۹۳ ہجری

قافیہ ء میں ۳۶۷ شعر

عبدالعزیز بن علی الغرناطی

قافیہ ق میں ۴۲ شعر

عبداللہ بن بارزی الحموی۔ ۷۳۸ ہجری

قافیہ ر میں ۳۵ شعر

سید عبداللہ بن محمد حجازی۔ ۱۰۹۶ ہجری

قافیہ د میں ۸۵ شعر

عبداللہ فکری پاشا المصری۔ ۱۳۰۷ ہجری

قافیہ م میں ۴۳ شعر

شیخ احمد العروسی المغربی

قافیہ ب میں ۳۴، د میں ۲، ر میں ۶ + ۴، ف میں ۲۷، ق میں ۳۰ شعر = کل ۱۰۳ شعر

شہاب احمد بن عبدالملک المعروف بالعزازی

قافیہ ل میں ۵۲ شعر

علاء الدین بن ملیک الحموی۔ ۹۱۷ ہجری

قافیہ د میں ۵۰، ط میں ۲۹، ع میں ۴۸، ق میں ۴۸، ل میں ۵۴، م میں ۶۶ شعر = کل ۲۹۵ شعر

سید شیخ باعبود العلوی الحسینی المدنی

قافیہ ن میں ۷ شعر

شیخ عمر الیانی۔ ۱۲۳۳ ہجری

قافیہ ی میں ۲۸ شعر

علی وفا۔ ۸۰۷ ہجری

قافیہ د میں ۱۴ شعر

محمد بن ابراہیم العمادی۔ ۱۱۳۵ ہجری

قافیہ ق میں ۴۵ شعر

ابوالقاسم محمد بن یحییٰ الغسانی الاندلسی البرجی الغرناطی

قافیہ ب میں ۵۷ شعر

عتیق بن احمد بن محمد بن یحییٰ الغسانی

قافیہ ف میں ۱۵ شعر

شیخ محمد فتح اللہ البیلونی الحلبی۔ ۱۰۴۲ ہجری

قافیہ ز میں ۲۰، ل میں ۱۴ شعر = کل ۳۴ شعر

فتح اللہ بن النحاس الحلبی۔ ۱۰۵۲ ہجری

قافیہ ح میں ۲۵، ع میں ۳۵ شعر = کل ۶۰ شعر

عبدالعزیز الفشتالی الفاسی۔ ۱۰۳۰ ہجری

قافیہ ن میں ۶۰ شعر

قاضی عیاض

قافیہ م میں ۳ شعر

یوسف بن محمد القدامی

قافیہ ن میں ۲۳ شعر

امام تقی الدین ابُوالحسن محمد بن علی القشیری شافعی۔ ۷۰۲ ہجری

قافیہ د میں ۳۵ شعر

ابُو عبداللہ محمد بن الابار القضاعی الاندلسی۔ ۶۵۸ ہجری

قافیہ ل میں ۹ شعر

شیخ القلقشندی المصری و لعلہ شہاب الدین احمد بن علی القلقشندی الشافعی۔ ۸۲۱ ہجری

قافیہ ل میں ۴۴ شعر

برہان الدین القیراطی الشافعی۔ ۷۸۱ ہجری

قافیہ ل میں ۱۸۱ شعر

(اس حصے میں مرتب نے حضرت کعب بن زہیرؓ۔ المتوفیٰ ۴۰ ہجری کے قافیہ ل کے ۵۹ شعر بھی درج کیے ہیں)

حافظ ابو الربیع سلیمان بن سالم الکلاعی الاندلسی۔ ۶۳۴ ہجری

قافیہ ل میں ۹ شعر

کمال الدین بن الزملکانی۔ ۷۲۷ ہجری

قافیہ ک میں ۲۲ شعر

شیخ یعقوب الگیلانی الشامی۔ ۱۱۸۵ ہجری

"خاتمہ" میں ۱۲ شعر

عبدالحلیم شبلی الشہیر باللوجی الدمشقی۔ ۱۳۰۶ ہجری

قافیہ ق میں ۴۵ شعر

محمود بیگ بن خلیل بیگ العظم الشامی۔ ۱۲۹۱ ہجری

قافیہ ت میں ۵۰ + ۱۷ = ۶۷ شعر

محی الدین ابُو طاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی (صاحب القاموس) ۸۱۷ ہجری

قافیہ ل میں ۱۴۸ شعر

قاضی محی الدین بن عبدالظاہر

قافیہ ک میں ۲ شعر

شیخ مرعی الکرمی مفتی الحنابلہ فی مصر۔ ۱۰۳۳ ہجری

قافیہ ل میں ۷ شعر

محمد بن عبداللہ المرنی النحوی

قافیہ ق میں ۴۶ شعر

شیخ مصطفیٰ البابی الحلبی

قافیہ ب میں ۴۳ شعر

سید مصطفیٰ العلوانی۔ ۱۱۹۳ ہجری

قافیہ ل میں ۶۱ شعر

شیخ حسین بن عبداللہ المعروف بالمملوک۔ ۱۰۳۴ ہجری

قافیہ ن میں ۲۶ شعر

عزّالدین الموصلی۔ ۷۹۰ ہجری

قافیہ ل میں ۳۳ شعر

شیخ عبدالغنی النابلسی الدمشقی۔ ۱۱۴۳ ہجری

قافیہ ب میں ۲۰، ل میں ۵۰، م میں ۵۰، ن میں ۵۰ = کل ۱۷۰ شعر اور عبدالرحیم البرعی کے قصیدے کی تخمیس کے ۷۷ بند + ابی العباس بن العریف کے شعروں کی تخمیس کے ۵ بند + ۳۷، ۴۰، ۷۷ شعروں کے تین قصیدے

یوسف بن اسماعیل النبہانی (مرتّب)

قافیہ ء میں ۱۰ + ۱۰ + ۱۰۰۱، الف میں ۱۰، ب میں ۱۰، ت میں ۱۰، ث میں ۱۰، ج میں ۱۰، ح میں ۱۰، خ میں ۱۰، د میں ۱۰، (ذ میں ۱۰) ر میں ۱۰، ز میں ۱۰، س میں ۱۰، ش میں ۱۰، ص میں ۱۰، ض میں ۱۰، ط میں ۱۰، ظ میں ۱۰، ع میں ۱۰، غ میں ۱۰، ف میں ۱۰، ق میں ۱۰، ک میں ۱۰، ل میں ۱۳۴ + ۲ + ۲ + ۲ + ۲ + ۱۱۳ + ۱۰ + ۱۰، م میں ۱۰، ن میں ۱۰، ہ میں ۱۰، و میں ۱۰، ی میں ۱۰، ---- "خاتمہ" میں ۱۰۲ + ۱۰۲ شعر ---- اور مستزاد کے ۷۴ شعر (ماہیے کی طرح) = کل ۱۷۲۷ شعر

ابو عبداللہ محمد بن النکلاتی الفاسی

قافیہ ل میں ۲ شعر

شیخ محمد الندمری

عبدالغنی النابلسی کے قصیدے کی تخمیس، ۴ بند

ابو محمد عبداللہ بن عبدالعظیم بن ارقم النمیری الاندلسی

قافیہ ف میں ۵۰ شعر

شمس الدین النواجی۔ ۸۵۹ ہجری یا ۸۴۱ ہجری یا ۸۴۰ ہجری یا ۸۳۶ ہجری

قافیہ ء میں ۷۶، ب میں ۵۹ + ۵۶ + ۴۰، ت میں ۱۱۱، ج میں ۴۰، د میں ۵۶، ر میں ۶۴ + ۴۸، ع میں ۸۱ + ۶۱، ق میں ۵۳، ل میں ۸۷ + ۴۰، م میں ۵۳ + ۵۵، ن میں ۶۵، ہ میں ۵۴ + ۴۶، ی میں ۴۲ شعر = کل ۱۲۱۷ شعر

نورالدین ابوالحسن علی بن احمد بن حمدون الحمیری الاندلسی۔ ۶۲۷ ہجری

قافیہ ب میں ۳۶ شعر

مجد الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر الواعظ البغدادی المشہور بالوتری۔ ۶۶۲ ہجری یا ۸۵۹ ہجری

قافیہ ء میں ۲۲، ب میں ۲۱، ت میں ۲۱، ث میں ۲۱، ج میں ۲۱، ح میں ۲۱، خ میں ۲۱، د میں ۲۱، ذ میں ۲۱، ر میں ۲۱، ز میں ۲۲، س میں ۲۱، ش میں ۲۱، ص میں ۲۱، ض میں ۲۱، ط میں ۲۱، ظ میں ۲۱، ع میں ۲۱، غ میں ۲۱، ف میں ۲۱، ق میں ۲۱، ک میں ۲۱، ل میں ۲۱، م میں ۲۱، ن میں ۲۱، ہ میں ۲۱، و میں ۲۱ (ی میں ۲۱) شعر = ۶۱۱ شعر

ابوزکریا یحییٰ بن محمد بن خلدون۔ ۷۷۸ ہجری

قافیہ ج میں ۲۱ شعر

ابو الحجاج یوسف بن موسیٰ الجزامی الرندی

قافیہ ق میں ۶۵ شعر

نامعلوم شاعروں کا نعتیہ کلام

قافیہ د میں ۲، ر میں ۱۰، ق میں ۳، ل میں ۷۶ + ۱۲ + ۲، م میں ۲ + ۲، ن میں ۱۰۲ شعر = کل ۲۱۱ شعر

اور ۵ بند کا ایک مخمس اور "خاتمہ" میں ۴۲ مزید شعر

عَلیٰ رَأْسِ ھٰذَا الْکَوْنِ نَعْلُ مُحَمَّدٍ
عَلَتْ فَجَمِیْعُ الْخَلْقِ تَحْتَ ظِلَالِہٖ
لَدَی الطُّوْرِ مُوْسیٰ نُوْدِیَ اخْلَعْ وَاَحْمَدُ
عَلَی الْعَرْشِ لَمْ یُؤْذَنْ بِخَلْعِ نِعَالِہٖ

اِس کائنات کے سر پر نعلینِ مصطفیٰ (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) ہے۔ وُہ اِس قدر بلند ہے کہ ساری مخلوق اس کے سایوں میں ہے۔ طُور پر مُوسیٰ علیہ السلام کو نعلین اتارنے کی صدا دی گئی اور احمدِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو عرش پر بھی نعلین اتارنے کی اجازت نہ ملی۔

——— حضرت یُوسُف نبہانی (رحمہ اللہ تعالیٰ)

انتخاب نعت

محفلِ نعت و مشاعرہ

ایڈیٹر "نعت" تیسری مرتبہ زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت سے مشرّف ہو کر لوٹے تو ان کے اعزاز میں بزمِ نعیمیہ دارالعلوم جامعہ نعیمیہ لاہور کے اراکین نے مفتی محمد حسین نعیمی کی سرپرستی میں ۴ جنوری ۱۹۹۳ء (پیر) کو ایک عظیم الشّان محفلِ نعت و مشاعرہ کا نہایت تُزک و احتشام کے ساتھ اہتمام کیا۔

راجا رشید محمود صدرِ محفل اور سیّد محمد اشرف شاہ مدرّس جامعہ ہذا ناظمِ محفل تھے۔ جبکہ سید آلِ احمد سیکرٹری اوقاف پنجاب، مفتی محمد خاں صاحب، سیّد محمد اسلام شاہ، الحاج محمد حسین گوہر اور مرزا عبدالحمید مہمانانِ گرامی تھے۔

قاری غلام رسُول نے تلاوت کلام الرّحمٰن سے محفل کا آغاز کیا۔ پروفیسر امجد اسلام امجد، حسرت حسین حسرت، اصغر نثار قریشی، ریاض حسین چوہدری، سید نجم نعمانی، پروفیسر سید فدا حسین بخاری، سرور بھٹی، قاری صادق جمیل، سخی کنجاہی اور خادم حسین ناصر نے بارگاہِ سرکارِ ابد قرار میں نعتوں کے نذرانے پیش کیے۔ مدّاحانِ ممدُوحِ خالق و مخلوق میں محمد شہزاد ناگی، محمد جہانگیر، حاجی محمد انور بٹ اور محمد ثناء اللہ بٹ شامل تھے جنہوں نے مختلف نعت گو اساتذہ کا کلام سنایا۔ آخر میں صدرِ محفل ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" لاہور نے اپنی پسند اور سامعین کا فرمائشی کلام پیش کیا۔ (محمد ثناء اللہ بٹ)

سیّدہ عائشہ صدیقہؓ ایوارڈ

انجمن صدیقیہ رجسٹرڈ کے زیرِ اہتمام گورنمنٹ گرلز ہائر سکنڈری سکول مریدکے

میں مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۹۲ء کو ایک تقریری مقابلہ ایف اے اور بی اے کی طالبات کے مابین بعنوان "اسلام میں عورت کا مقام" منعقد ہوا۔ منصفین کے فرائض پرنسپل سکول 'ہذا' وائس پرنسپل سکول ہذا و پرنسپل جناح آئیڈیل ہائی سکول مرید کے نے سرانجام دیے۔ حسب ذیل انعامات تقسیم کیے گئے۔

اوّل انعام: اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ گولڈ میڈل۔ ثمرہ مبین

دوم انعام: اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سلور میڈل۔ تنزیلہ اسماعیل

سوم انعام: شیلڈ۔ گلناز اختر

حوصلہ افزائی کا انعام: وال کلاک۔ شمیم ادریس

مہمانِ خصوصی بیگم ظفر بھٹی تھیں۔ اور یہ تمغہ جات جناب محمد ظفر بھٹی صاحب کے تعاون سے ہی تقسیم کیے گئے۔ انتظامی امور مسز علی وائس پرنسپل سکول ہذا نے سرانجام دیے۔ (ض-م-ق)

خدامِ نعت کا انتقال

آسماں اُن کی لحد پر شبنم افشانی کرے

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی کے والدِ گرامی ۱۳۔ نومبر ۱۹۹۲ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ ایڈیٹر نعت نے ایک بار فیصل آباد میں اُن کی زیارت کا شرف حاصل کیا تھا۔ محبتِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مجسمہ اور اخلاقِ نبوی (علیہ التحیۃ والثناء) کا پیکر تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند کرے۔

مشہور شاعر طفیل ہوشیارپوری اور معروف صوفی شاعر واصف علی واصف بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ خالقِ کریم جلّ وعلا مغفرت فرمائے!

ماہنامہ نعت لاہور کے ۱۹۸۹ء کے خاص نمبر

- جنوری — لاکھوں سلام (حصہ اوّل)
- فروری — رسول نمبروں کا تعارف (حصہ دوم)
- مارچ — معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ اوّل)
- اپریل — معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ دوم)
- مئی — لاکھوں سلام (حصہ دوم)
- جون — غیر مسلموں کی نعت (حصہ دوم)
- جولائی — کلامِ ضیاء (علامہ ضیاء القادری) حصہ اوّل
- اگست — کلامِ ضیاء (حصہ دوم)
- ستمبر — اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصہ سوم)
- اکتوبر — درود و سلام (حصہ اوّل)
- نومبر — درود و سلام (حصہ دوم)
- دسمبر — درود و سلام (حصہ سوم)

ماہنامہ نعت لاہور کے ۱۹۹۰ء کے خاص نمبر

- جنوری — حسن رضا بریلوی کی نعت
- فروری — رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبروں کا تعارف (حصہ سوم)
- مارچ — درود و سلام (حصہ چہارم)
- اپریل — درود و سلام (حصہ پنجم)
- مئی — درود و سلام (حصہ ششم)
- جون — غیر مسلموں کی نعت (حصہ سوم)
- جولائی — اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصہ چہارم)
- اگست — وارثیوں کی نعت
- ستمبر — آزاد بیکانیری کی نعت (حصہ اوّل)
- اکتوبر — میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ چہارم)
- نومبر — درود و سلام (حصہ ہفتم)
- دسمبر — درود و سلام (حصہ ہشتم)

ماہنامہ نعت لاہور

۱۹۹۱ء کے خاص نمبر

جنوری	شہیدانِ ناموسِ رسالت (اول)
فروری	شہیدانِ ناموسِ رسالت (دوم)
مارچ	شہیدانِ ناموسِ رسالت (سوم)
اپریل	شہیدانِ ناموسِ رسالت (چہارم)
مئی	شہیدانِ ناموسِ رسالت (پنجم)
جون	غریبؔ سہارنپوری کی نعت
جولائی	نعتیہ مسدّس
اگست	فیضانِ رضاؔ
ستمبر	عربی ادب میں ذکرِ میلاد
اکتوبر	سراپائے سرکار (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم)
نومبر	اقبالؒ کی نعت
دسمبر	حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا بچپن

ماہنامہ نعت لاہور ۱۹۹۲ء کے خاص نمبر

جنوری	نعتیہ رباعیات
فروری	آزادؔ بیکانیری کی نعت (حصہ دوم)
مارچ	نعت کے سائے میں
اپریل	حیاتِ طیّبہ میں پیر کے دن کی اہمیّت (اول)
مئی	حیاتِ طیّبہ میں پیر کے دن کی اہمیّت (دوم)
جون	حیاتِ طیّبہ میں پیر کے دن کی اہمیت (سوم)
جولائی	غیر مسلموں کی نعت۔ حصہ چہارم (لالہ لچھمی نرائن سخاؔ کی نعت گوئی)
اگست	آزاد نعتیہ نظم
ستمبر	سیرتِ منظوم
اکتوبر	سراپائے سرکار صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم (حصّہ دوم)
نومبر	سفرِ سعادت، منزلِ محبت (حصہ اول)
دسمبر	سفرِ سعادت، منزلِ محبت (حصہ دوم)

۱۹۹۳ کے خاص نمبر

○ جنوری ۹۲ (قطعات)

○ فروری عربی نعت اور علامہ نبہانیؒ

○ مارچ ستّار وارثی کی نعت گوئی

○ اپریل حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور بچے

ایڈیٹر نعت کے اردو مجموعہ ہائے نعت

۱- وَرَفَعنالکَ ذِکرَک (۱۳۹۷ ہجری)

☆☆☆ یہ ان کے پہلے اُردو مجموعۂ نعت کا تاریخی نام ہے۔ کتاب ۱۹۷۷ء میں چھپی اور اب ناپید ہے۔ کتاب میں دو حمدیں، ۷۳ نعتیں اور ۱۴ مناقب ہیں۔ آخر میں منظوم و منثور تقاریظ ہیں۔

۲- حدیثِ شوق

☆☆☆ دوسرا مجموعۂ نعت جو سب سے پہلے ۱۹۸۲ء میں، پھر ۱۹۸۴ء میں اور ۱۹۸۶ء میں شائع ہوا۔ کتاب میں ۷۸ نعتیں جن میں حضور حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثنا کے لیے کہیں تُو یا تُم کا استعمال نہیں کیا گیا۔

۳- منشورِ نعت

☆☆☆ اُردو اور پنجابی نعتیہ فردیات کا مجموعہ جو ۱۹۸۸ء میں طبع ہوا۔ (نعت کے حوالے سے چھپنے والا یہ فردیات کا پہلا مجموعہ ہے)

۴- سیرتِ منظوم

☆☆☆ ۹۲ کا تحفہ۔ قطعات کی صورت میں پہلی منظوم سیرت ہے۔

۵- ۹۲

☆☆☆ ۹۲- اردو نعتیہ قطعات کا مجموعہ جسے شہناز کوثر اور اظہر محمود نے مرتّب کیا۔

نعتاں دی اَٹّی

○... پنجابی نعت کا پہلا دیوان جس میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ظاہری حیاتِ پاک کے ۶۳ برسوں کے حوالے سے ۶۳ نعتیں ہیں۔ کتاب پر بارھویں "قومی سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کانفرنس" منعقدہ بارہ ربیع الاول ۱۴۰۸ ہجری میں صدارتی ایوارڈ دیا گیا۔ حدیثِ شوق، سیرتِ منظوم اور "۹۲" کی طرح اِس پنجابی مجموعۂ نعت میں بھی حضور سرورِ کائنات علیہ السّلام والصلوٰۃ کے لیے "تُو یا تم" کا صیغہ استعمال نہیں کیا گیا۔ کتاب کا انتساب کرامت علی شہیدیؒ کے نام ہے۔ کتاب پہلی بار ۱۹۸۵ء میں اور دوسری بار ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی۔

حق دی تائید

○... یہ ایڈیٹر نعت کی پہلی مختصر منظوم مطبوعہ تصنیف ہے جس میں پنجابی کلام زیادہ ہے۔ دو نظمیں اردو میں ہیں۔ یہ کتابچہ ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا۔

منشورِ نعت

○... کتاب کے آخری صفحات (۱۳۳ یا ۱۷۴) میں پنجابی فردیات ہیں۔

۱۔ مدحِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

○○۔ ۱۹۷۳ء میں پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ نے دو رنگوں میں شائع کی۔ کتاب کے پہلے حصے میں کم عمر بچوں کی ذہنی استعداد کو سامنے رکھا گیا ہے اور دوسرے حصے میں ایسی نعتیں شامل کی گئیں ہیں جنہیں ثانوی اور اعلیٰ ثانوی جماعتوں کے طالبِ علم بآسانی سمجھ سکیں۔ کتاب ۲۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

۲۔ نعتِ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

○○۔ کتاب کا نام تاریخی ہے۔ یہ ۱۹۸۲ء میں مرتب ہوئی اور پہلی بار اسی سال چھپی۔ دوسرا ایڈیشن بڑے سائز پر دو سال بعد شائع ہوا۔ کتاب میں ڈیڑھ سو سے زیادہ نعت گوؤں کا کلام شامل ہے۔

۳۔ نعتِ حافظ

○○۔ حافظ پیلی بھیتی کے آٹھ نعتیہ دواوین کا انتخاب۔ پونے تین سو صفحات۔

۴۔ قلزمِ رحمت

○○۔ امیر مینائی کی نعتوں کا انتخاب۔ تحقیقی مقدمے کے ساتھ

اسلامی موضوعات پر ایڈیٹر نعت کی تصانیف

۱۔ احادیث اور معاشرہ

○۔ اصلاحِ معاشرہ کے موضوع پر حضور سرورِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیس احادیثِ مقدسہ کی تشریح

۲۔ ماں باپ کے حقوق

○۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اہلِ ایمان کی اہم ذمہ داری پر ایک اہم کتاب جو اس موضوع پر نہایت اہم دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

۳۔ حمد و نعت

○۔ مدحتِ خدا و رسولِ خدا (جلّ شانہٗ، و صلی اللہ علیہ وسلم) پر ۱۹ مضامین اور ۴۹ منظومات کا حسین گلدستہ۔ ۲۰۸ صفحات

۴۔ میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

○۔ ۱۸ مضامین اور ۸۰ کے قریب میلادیہ نعتوں پر مشتمل ۳۳۶ صفحات کی کتاب، جس میں صرف میلاد ہی کے موضوع پر مواد ہے۔

۵۔ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

○۔ ۲۰۸ صفحات کی اس کتاب میں ۱۸ مضامین اور ۵۷ منظومات ہیں جن سے اس شہر مقدس کے بارے میں اہلِ محبت کے جذبات ظاہر ہوتے ہیں۔

تاریخ اور تاریخی شخصیات پر ایڈیٹر کی کتابیں

۱۔ اقبالؒ و احمد رضاؒ۔ مدحت گرانِ پیغمبرؐ

☆☆... حکیم الاُمت علامہ اقبالؒ اور مولانا احمد رضا بریلویؒ کی قدرِ مشترک پر ایک جامع تحریر۔ کتاب کے چار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

۲۔ اقبالؒ، قائدِ اعظمؒ اور پاکستان

☆☆... بانیٔ پاکستان، شاعرِ مشرق اور مملکتِ خداداد کے بارے میں نہایت اہم مضامین۔ دو ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

۳۔ قائدِ اعظمؒ .... افکار و کردار

☆☆... بابائے قوم حضرتِ قائد اعظمؒ کی تقاریر کے حوالے سے ان کے افکار و کردار میں یکسانیت کے موضوع پر بصیرت افروز مضامین

۴۔ تحریکِ ہجرت ۱۹۲۰ء

☆☆... تحریک کے اسباب و عِلَل اور اس کے عواقب و نتائج کا پہلا تاریخی و تحقیقی تجزیہ جو حقائق کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ ۴۶۴ صفحات کی اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن زیرِ طبع ہے۔

ایڈیٹر نعت کی مزید کتابیں

۱۔ میرے سرکار صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

○... سیرت و محبتِ سرکار صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے مختلف موضوعات پر فکر انگیز اور بصیرت افروز مضامین کا مجموعہ۔ دو ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

۲۔ قرطاسِ محبت

○... حضور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی محبت اور درود و سلام کی اہمیت پر تحریر کردہ مضامین کا مجموعہ

۳۔ سفرِ سعادت، منزلِ محبت

○... ۱۹۸۹ء اور ۱۹۹۱ء میں حرمین شریفین میں حاضری کی یادداشتیں جو بے تکلفی سے دل کی زبان میں تحریر کی گئی ہیں۔ ۲۲۸ صفحات

۴۔ ○... میلادِ مصطفیٰ (علیہ السلام والثنا)، عظمتِ تاجدارِ ختم نبوت، قادیانی----- ایک تعارف، غازی علم الدین شہید----- اور دوسرے کتابچے جو وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے۔

۵۔ راج دُلارے

○... بچوں کے لیے نظمیں۔ دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں

۹۲ کا تحفہ

۹۲ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے **محمّد** (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا عدد ہے، اس حوالے سے مصنّف نے اس سال جو کام کیا ہے، اس کا اجمالی خاکہ یہ ہے۔

مطبوعہ

۱: ۹۲ (نعتیہ قطعات)

۲: سیرتِ منظوم (بصورتِ قطعات)

۳: سفرِ سعادت، منزلِ محبّت (سفرِ حرمین کی یادداشتیں)

۴: قرطاسِ محبت (حضور علیہ التحیۃ والتسلیم کی محبت اور اس کے مظاہر)

زیرِ طبع

۵: تسخیرِ کائنات اور مسخّرِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
بیس ابواب میں رحمۃ للعالمین کی تفسیر

۶: ایک ضخیم انتخابِ نعت (مبسوط تحقیقی مقدمے کے ساتھ)
تین جلدوں میں

۷: داعیٔ صلح و امن صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

۸: خالق اور مخلوق کا مشترکہ وظیفہ۔ درود پاک

۹: پاکستان میں نعت
قیامِ پاکستان کے بعد نعت گوئی اور نعت خوانی پر تحقیق

۱۰: حمدِ خدا (انتخاب)

۱۱: نعتِ مصطفیٰ علیہ السلام والثناء (انتخاب)

غیر مطبوعہ کُتب

۱ : اوّلیاتِ نعت

۲ : غیر مسلموں کی نعت

۳ : چند مرحوم نعت گو

۴ : قرآنِ جمال (حسن رضا بریلوی کی نعتوں کا انتخاب)

۵ : خزینۂ رحمت (غریب سہارنپوری کی نعتوں کا انتخاب)

۶ : کُلّیاتِ کافی (کفایت علی کافی شہیدؒ کی نعتیں)

۷ : شمعِ حرم کی تابشیں (علامہ ضیاؔ القادری بدایونی کا وہ نعتیہ کلام جو اُن کے مجموعہ ہائے نعت میں نہیں ہے)

۸ : ثنائے محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (انتخاب)

۹ : ارمان مدینے والے دا (انتخاب)

۱۰ : فاروقِ اعظمؓ (خلیفۂ راشد کے منظوم مناقب)

۱۱ : منظوماتِ محمود

۱۲ : صُلحائے اُمّت

۱۳ : ڈِھڈ پیڑ (پنجابی انشائیے)

۱۴ : شہیدانِ ناموسِ رسالت